بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاجتماعیت فی الاسلام اقامۃ الدین وشہادت حق

تـ لیف : ابوعمیر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پ کستان

☆☆☆☆

www.sirat-e-mustaqeem.com

مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو جہانوں کو پالنے والا ہے،اور صلاۃ وسلام ہو رسولوں کے سردار محمد بن عبداللہ ﷺ پر

امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ونريد ان نمن على الذين استضعفوا فى الارض ونجعلهم آئمة ونجعلهم الوارثين ﴾[القصص : ۲۸/۵]

اور ہم چاہتے ہیں کہ جولوگ زمین میں کمزور بنادیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اوران کوامام بنائیں اوران کوزمین کا وارث بنادیں۔

ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لينقضن عرا الاسلام عروة عروة ، فكلما انتقضت عروة تشبث الناس بالتى تليها ، واولهن نقضا الحكم ،واخرهن الصلاة ».

البتہ ضرور بگڑے گی اسلام کی رسی گرہ گرہ ہوکر تو جوبھی گرہ ٹوٹے گی تو لوگ باقی رہ جانے والی چیز کے ساتھ چمٹ جائیں گے اورسب سے پہلے اللہ کا حکم اٹھے گا اور آخر میں نماز اٹھے گی۔ [مسند احمد: ۲۱۶۵۶/۶/۳۳۴]

اور فیروز الدیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

www.sirat-e-mustaqeem.com

« لینقضن الاسلام عروۃ عروۃ کما ینقض الحبل قوۃ قوۃ »

البتہ ضرور اسلام کا ایک ایک کنڈہ توڑا جائے گا جیسے رسی کا ایک ایک بل توڑا جاتا ہے۔ [مسند احمد : ۵/۱۷۵۷۸/۲۷۵]

اور بلا شبہ اسی طرح واقع ہوا جس طرح صادق المصدوق ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے ساتھ حکم کرنا چھوڑ دیا گیا اور دنیا کے تمام لوگوں نے طویل عرصہ سے اللہ تعالیٰ کی محکم شریعت سے اعراض کرلیا اور جب سے لوگوں نے « الحکم بما انزل اللہ » ترک کیا تب ہی سے لوگ دین سے دور ہونے شروع ہو گئے اور آج تک ایسا ہی ہو رہا ہے حتی کہ دین سے بہت ہی دور ہو گئے۔ چنانچہ کچھ نے تو دین کو پکڑ لیا اور اکثریت نے ترک کر دیا جیسا کہ سابقہ امتوں نے کیا تھا۔ اور جو فرائض ضائع کر دیے گئے ان میں سب سے بڑا فرض بعد کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ کہ « الاعتصام بحبل اللہ جمیعا » یعنی اللہ کی رسی کو سب نے مل کر پکڑنا ہے اور امام واحد کی بیعت سے وفا کرنا ہے جو کہ امت مسلمہ کی قیادت کتاب اللہ کے ذریعے کرے اور مسلمین کا واحد امام ہو اور خلیفہ علیٰ منہاج النبوۃ ہو۔

یہی وہ فریضہ ہے جس کے قیام کے بغیر طاغوتی حکام اور بادشاہ لوگوں کی گردنوں پر زبردستی مسلط ہو گئے ہیں اور انہوں نے اللہ کی شریعت کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا ہے اور انسانوں اور جنات کے شیاطین نے جو بناوٹی قوانین اور انسانی دستوروں اور جاہلیت کے احکامات کی ان پر جو تلاوت کی ہے یہ طاغوتی بادشاہ اور حکام انہی کی پیروی کر رہے ہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

چنانچہ طواغیت کے یہ ایجنٹ رب العالمین کی آیات سے جھگڑتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں اور ہر وہ جابر جو دین کا دشمن ہے اس کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ اور یہ چیز امت مسلمہ کے آپس کے تفرقے اور دین قیم سے ہٹ جانے کے سبب اور زیادہ ہوگئی ہے۔ اور آپس کا تفرقہ اس قدر شدت اختیار کر گیا ہے کہ ایک جاہل آج یہ گمان کرتا ہے کہ تفرقہ تو دین میں سے ہے اور یہ کہ اختلاف امت تو رحمت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کثرت سے ارشاد فرمایا ہے کہ:

«وان هذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاتقون ، فتقطعوا امرهم بينهم زبرا كل حزب بما لديهم فرحون ، فذرهم فى غمرتهم حتى حين ايحسبون انما نمدهم به من مال وبنين ، نسارع لهم فى الخيرات بل لايشعرون» [المؤمنون : ۵۱/۵۲]

بیشک تمہاری یہ امت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ ہی سے ڈرو، تو پھر آپس میں اپنے امر کو متفرق کر کے جدا جدا کر دیا جو چیز جس فرقہ کے پاس ہے وہ اسی سے خوش ہو رہا ہے، آپ ان کو ایک مدت تک ان کی غفلت ہی میں پڑے رہنے دیں کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں ان کو مال اور بیٹوں سے نوازتے ہیں (تو اس سے) ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ یہ شعور ہی نہیں رکھتے۔ اور فرمایا:

«ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم» [الاسراء : ۹]

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہ قرآن وہی رستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔

لیکن لوگوں نے قرآنی ہدایت سے اعراض کیا سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ہدایت سے رحم کیا۔ اور ظلم کیا اور ''حبل اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھامنے کا فریضہ ترک کر دیا اور گروپ بندیاں بنالیں اور قومیت خاندانی نسب اور وطنیت جیسی شیطانی رسیوں کو تھام لیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی اور دشمنی چھوڑ دی ان تمام باتوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا اور حالانکہ قرآن جو سب سے بہترین اور سیدھا راستہ ہے جس نے ہمارے لئے اساس اور ضابطے بیان کر دیئے ہیں جن پر اجتماع و جنگ دوستی اور حب و بغض کی بنیاد رکھنا واجب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

« ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض والذین آمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولیٰتھم من شئ حتی یھاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق واللہ بما تعلمون بصیر والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر » [الانفال : ۷۱/۷۲]

جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے لڑے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو لوگ ایمان تو لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

کریں تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملات) میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں (صلح کا) عہد ہو مدد نہیں کرنی چاہئیے اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں تو (مومنوں) اگر تم نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔

یعنی اگر مشرکین سے اجتناب نہ کرو گے اور مہاجرین سے دوستی نہ کرو گے اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کی رسی کو نہیں پکڑو گے تو پھر لوگوں میں عنقریب فتنہ برپا ہوگا اور وہ فتنہ احکامات کا مشکوک ومشکل ہونا اور مومنین اور کافرین کا خلط ملط ہو جانا ہے تو لوگوں میں لمبا چوڑا فساد وانتشار ہو جائے گا جیسا کے دنیا کے لوگوں کا آج کل حال ہے لیکن اللہ نے اس امت کے ساتھ اپنے کرم واحسان اور رحمت سے چاہا کہ اپنا نور مکمل کر دے اگرچہ کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے پس ایسے وقت میں جہاں ہر طرف طواغیت موجود ہیں اور یہ تمام طواغیت ''وہائٹ ہاؤس'' کو سلام کرتے ہیں عین ایسے وقت میں اللہ جل جلالہ نے لوگوں کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا جس وقت ''وہائٹ ہاؤس'' میں رہنے والے طاغوت نے دنیا کے لئے لعنتی ''نیو ورلڈ آرڈر'' نے قواعد وارکان مقرر کئے تھے جسے جدید عالمی نظام '' NEW WORLD ORDER'' کا نام دیا گیا ہے یہ بدترین طاغوتی نظام ہے رب العالمین کی لعنت ایسے بدترین نظام پر۔ اللہ تعالیٰ نے وہائٹ ہاؤس کو سیاہی سے ڈھانپ دیا خلیفۃ المسلمین کے واسطے۔ اور اللہ باقی رکھے گا اور ان پر رحم کھائے گا جو ان کو ذلیل کریں

www.sirat-e-mustaqeem.com

گے اور یہ مہاجرین وانصار کے باہم اجتماع سے ہوگا جو جمع ہوگئے اللہ کے راستے میں جہاد کے واسطے پس وہ متحد ہوگئے پختگی کے ساتھ دین کی نصرت پر اور خلافت کے قیام پر جو کہ اسلام کے نام پر ہے جمہوریت کی بدعت سے نہ ہوگا کلمۃ الحق جمہوریت جیسے مشرکانہ عمل سے کبھی بھی بلند نہ ہوگا اور اس طرح اسلام کی ساری کوششیں بے سود ہونگی بلکہ یہ کام امت مسلمہ کے کلمے کی طرف جمع ہونے کی کوشش سے ہوگا اور ان کے باقی ماندہ افراد اور ان کی قوت وشوکت ایک ایسے امام کے تحت جمع ہونے سے ہوگی جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی بلکہ راست باز مسلم ہو اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہو جو مسلمین کی قیادت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ذریعے کرے۔اور یہ قوت اور شوکت طاغوت کی بدترین مملکت پر کفر کرنے اور حق پر قائم رہنے سے ہوگی اور اکیلے واحد آسمانوں اور زمینوں اور فرشتوں اور جن وانس کے پروردگار کی مملکت میں داخل ہونے سے ہوگی۔تا کہ اللہ اجل ذکرہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہو جائے کیونکہ تمام تر عزت وقوت اللہ ہی کی ہے اور صحیح حدیث میں ہے جسے امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((یداللّٰہ علی الجماعۃ))

اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔اور اللہ ہی کا ہادی ونصیر ہونا کافی ہے۔

اللہ کی رسی تھامنے اور ایک امام کی بیعت باندھنے کا واجب ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا واذكروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم علىٰ شفا حفرة من النار فانقذكم منها كذلک يبين اللهلكم ء اياته لعلكم تهتدون ، ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واؤلئک هم المفلحون ، ولاتكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء هم البينات واؤلئک لهم عذاب عظيم ﴾ [آل عمران: ۱۰۲/۱۰۵]

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقہ فرقہ مت بنو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم تو آگ کے گھڑے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا اور اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ اور تم میں ایک

www.sirat-e-mustaqeem.com

جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو فرقے فرقے ہو گئے اور واضح احکام کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے اور ان لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اور یہ نص محکم اور قاطع ہے اور یہ خطاب تمام امت مسلمہ سے ہے اس میں اللہ کی رسی کو تھامنے کا وجوب بغیر کسی قید اور شرط کے ہے اور جو شخص اس امر مطلق پر اپنی مرضی کی کوئی قید لگاتا ہے یا اپنی طرف سے کوئی شرط لگاتا ہے جیسے کہ کسی نے شوکت کیے وافر ہونے کی شرط لگائی۔ اول تو یہ شوکت و تمکین تو الاعتصام اور بیعت کا ثمرہ ہے شرط ہرگز نہیں ہے (وہ جان لے کہ) اس نے پکارا اپنے نفس کے ساتھ اس کے کہ جس سے وہ کراہت کرتا ہے جب اس نے اپنے نفس کو کھڑا کیا اور احکم الحاکمین کے حکم کو پیچھے ڈالا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واللہ یحکم لا معقب لحکمه وهو سریع الحساب))

اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے حکم کو پیچھے ڈالنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وما کان ربک نسیا)) [مریم : ٦٤]

اور تیرا رب بھولنے والا نہیں

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ وہ شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

باطل ہے۔جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس کے لئے کچھ بھی نہیں رہا۔اور اللہ کی شرط تو سو مرتبہ سے زیادہ اوثق ہے۔

تو پھر جان لیجئے یہ تو اعتصام امت سے دور کرنے کی شیطانی چال ہے کیونکہ تفرقہ ہی شان وشوکت لے جاتا ہے اور بزدلی لاتا ہے اور ضعف کے وقت اعتصام واجب ہوجاتا ہے تاکہ جھگڑے کو شک میں ڈالا جائے اور تفریق کو ختم کیا جائے اور بعض کی تکمیل ہو اور کلمہ وقوت جمع ہو جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے:

((ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم)) [الانفال : ٩٦]

اور جھگڑا مت کرو ورنہ تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی

ریحکم سے مراد تمہاری قوت ہے نبی ﷺ نے امت کے لئے اعتصام کی کیسی شفاف کیفیت بیان کی ہے جس پر مزید کسی بیان کی گنجائش ہی نہیں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ((ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو واضح طور سے بتائیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ یہ لوگ تفکر کریں)) [النحل : ٤٤]

اور اس آیت کی وضاحت کے لئے کئی احادیث ہیں:

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لا نبى بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون، قالوا : فما تامرنا؟ قال : فوا ببيعة الاول فالاول واعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم))

www.sirat-e-mustaqeem.com

بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی ہلاک ہوجاتا تو اس کے پیچھے دوسرا نبی آجاتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب کثرت سے خلفاء ہونگے تو صحابہؓ نے عرض کیا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو پھر پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو اور ان کو ان کا حق دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا جس کی وہ نگہبانی ورکھوالی کرتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

اب نبی ﷺ کی مندرجہ بالا محکم آسان ترین کیفیت اعتصام کے بعد کسی کو اس کیفیت پر کلام کرنے کی جسارت کیسے ہوسکتی ہے؟۔اس بیان کی سند کے لئے رب ذوالجلال کا یہ قول کافی ہے:((ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی تا کہ آپ ﷺ لوگوں کو واضح طور سے بتائیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے تا کہ یہ لوگ تفکر کریں))

چنانچہ یہ حدیث ((**اعتصام بحبل اللہ جمیعا**)) کی پوری کیفیت بیان کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف اکیلے امام کی بیعت کرنا اور اسی کی مدد کرنا اور اسی کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا گناہ کے کاموں کے علاوہ۔نظام خلافت کی ضرورت اور اہمیت اور نوعیت تمام تر دینی ہے اور عمل صالحات میں اہم ترین عمل ہے اس طرح تمام مسلمین کا خلیفہ اور امام ایک ہی ہوگا اور مختلف خطوں میں الگ الگ حکومتیں اور خلافتیں قائم کرلینا جائز ہی نہیں ہے۔علامہ ماوردی لکھتے ہیں:

((**لا یجوز ان یکون للامۃ امامان فی وقت واحد**)) [احکام السلطانیۃ]

یہ بات جائز نہیں ہے کہ ایک ہی وقت میں امت کے دو خلیفہ ہوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

ابوزکریا النواوی لکھتے ہیں:

((اتفق العلماء علی انه لا یجوز ان یعقد لخلیفتین فی عصر واحد سواء اتسعت دار الاسلام ام لا))

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دارالاسلام کی حدیں چاہیں وسیع ہوں یا غیر وسیع ایک ہی زمانے میں دو آدمیوں کی خلافت کا قیام جائز نہیں۔[شرح مسلم کتاب الامارۃ]

شریعت نے اس اصول کو بڑی اہمیت دے رکھی ہے اس کے نزدیک ہر وہ شخص قابل گردن زنی ہے جس کے ہاتھوں پر ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے خلافت کی متوازی بیعت کر لی گئی ہو رسول اللہ ﷺ کا یہ صریح ارشاد موجود ہے:

((اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منهما))

اگر خلافت کی بیعت دو آدمیوں پر کر لی جائے تو بعد والے شخص کو قتل کر دو (جس کی بیعت پہلے خلیفہ کی بیعت کے بعد میں کی گئی ہے)۔

یہ حدیث اور پہلے والی حدیث اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ اسلام میں ایک سے زیادہ سربراہ حرام ہیں اور یہ کہ امت کے لئے ایک ہی سربراہ ہو اور وہ سربراہ ''امام الاعظم'' ہے اور یہ کہ ایک خلیفہ کی بیعت ہو جانے کے بعد دوسرا شخص خلافت کی بیعت کے لئے آئے تو پہلے کی بیعت ہی صحیح ہے اور اس کی بیعت سے وفا کرنا واجب ہے اور دوسرے کی بیعت باطل ہے اور اس کے ساتھ وفا کرنا حرام ہے اور یہ کہ ایک زمانے میں دو خلیفہ ہونا جائز نہیں دارالاسلام کے لئے اس سے بڑی ہلاکت اور کیا ہوگی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

عرفجہ بن شریح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انـه ستـكـون بـعدى هنات هنات (اى فتن و شرور) فمن رائيتموه فـارق الـجـمـاعة او يـريـد ان يـفـرق امـر امة مـحـمد ﷺ كائنا من كان فـاقتـلـوه!! فـان كـان يـدالله على الجماعة ، فان الشيطان مع فارق الجماعة يركض))

میرے بعد عنقریب ایسا ایسا ہوگا (یعنی فتنے وشرور ہونگے) پس جسے تم جماعت سے علیحدہ دیکھو یا جسے تم دیکھو کہ امت محمد ﷺ کے امر میں تفرقہ ڈالتا ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو اسے قتل کردو!! کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور شیطان اس کے ساتھ دوڑتا ہے جو جماعت سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ (مسلم ونسائی اور یہ لفظ نسائی کے ہیں)

اس حدیث سے جو جلیل القدر فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱: کہ نبی ﷺ نے اپنے بعد فتنہ کے واقع ہونے کی خبر دی اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔ تو یہ علم نبوت کے علم سے ہے۔

۲: نبی ﷺ نے اس شخص کے قتل کا حکم دیا جو آپ ﷺ کی امت کے امر میں تفرقہ ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے چاہے وہ کیسا ہی ہو اور چاہے وہ صالح نظر آتا ہو۔

۳: کہ اللہ کے نزدیک امت اسلامیہ کی وحدت کی حفاظت جماعت سے علیحدہ ہونے والے مسلم کے خون سے زیادہ حرمت والی ہے۔

۴: کہ اللہ عظیم وکریم کا ہاتھ جماعت کے اوپر ہے اور اس میں دلیل ہے کہ شان

www.sirat-e-mustaqeem.com

وشوکت اور ہدایت یہ دونوں چیزیں ایک اکیلے خلیفہ والی جماعت المسلمین کے ساتھ ہیں چاہے ان مسلمین کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کتنے ہی قصص (واقعات) بیان کئے ہیں جو ان معنوں کی تائید وتاکید کرتے ہیں۔

۵ : یہ کہ جماعت المسلمین میں سے الگ گروہ میں سے ہر گروہ کے سر پر شیطان ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((**فانسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين**)) [**الاعراف**]

پھر اس نے اپنی کینچلی اتار دی تو شیطان اس کے پیچھے لگا اور وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

الاعتصام بحبل اللّٰہ

یہ بات یاد رکھنی چاہئیے ! جو راستہ مسلمین کو کامیابی کی منزل و مقصود تک پہنچاتا ہے وہ اجتماعیت کا راستہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمین پر ایک منظّم اجتماعی زندگی گذارنے کو واجب قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس راستہ کا تعین کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ یاایھاالذین آمنوا.....واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا﴾

اے ایمان والو!.....اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔ [آل عمران : ۱۰۲/۱۰۳]

یعنی الگ الگ نہ رہو، باہم جڑے رہو، الگ الگ نہ رہنا اور باہم جڑے رہنا کس طرح کا اور کس معیار کا ہونا چاہئیے؟ اس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے کردی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

« علیکم بالجماعۃ وایاکم والفرقۃ » [ترمذی : ۲/۴۱]

جماعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہو اور فرقہ پرستی سے پوری طرح الگ رہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

« امرکم بالجماعۃ والسمع والطاعۃ والھجرۃ والجھاد فی سبیل

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ)) [احمد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ]

میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جماعۃ (المسلمین) کے ساتھ رہنے کا، سمع (یعنی احکام امیر سننے) کا طاعت (یعنی احکام ماننے) کا ہجرت کا اور جہاد فی سبیل اللہ کا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس جماعتی زندگی کا حکم اسلام نے دیا ہے وہ کوئی ڈھیلی ڈھالی جماعتی زندگی نہیں جس کی شیرازہ بندی صرف اخلاقی رشتوں سے ہوئی ہو بلکہ ایسی متحد منظّم اور مظبوط جماعتی زندگی ہے جس کو سمع اور طاعت کے آہنی تاروں سے بھی پوری طرح کس دیا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ جماعت المسلمین کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہنے اور جماعتی زندگی بسر کرنے کا یہ ایک لازمی حکم ہے۔ بلکہ یہ ایسا لازمی حکم ہے جس کی خلاف ورزی میں نہ ایمان کی خیر ہے نہ اسلام سے رشتہ برقرار رہ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((انہ من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ)). [احمد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ : ۳۲۱]

جو شخص الجماعۃ (المسلمین) سے بالشت بھر بھی الگ ہو رہا کوئی شک نہیں کہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال پھینکا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((من خرج من الطاعۃ و فارق الجماعۃ فمات مات میتۃ جاھلیۃ))

جو کوئی اطاعت سے کنارہ کشی کرے گا اور جماعت سے الگ ہو رہے گا اور اسی حالت میں مر جائے گا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ [مسلم : ۲/ ۱۲۷]

www.sirat-e-mustaqeem.com

جس طرح مسلمین کو ''جماعۃ المسلمین'' سے اپنا جڑا ہوا رشتہ کاٹ لینا ایمان کے منافی ہے۔اسی طرح اس نظم اجتماعی سے وابستہ نہ ہونا بھی دینی حیثیت سے انتہائی خطرناک ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((**من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة**))[**مسلم**: ۱۲۸/۲]

جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس گردن میں بیعت (کا قلادہ) نہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

خلیفہ کی اطاعت کو ایمان کی ایک ضروری علامت بتایا گیا ہے۔اور اولوالامر کی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت قرار دیا گیا ہے: نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((**من یطع الامیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی**))

جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ [**مسلم** : ۱۲۴/۲]

یادرکھئے اسلام میں بیعت صرف اور صرف خلیفہ کی ہے اس کے علاوہ تمام بیعت باطل ہیں خلیفہ کے مقرر کردہ امراء خلیفہ کی اجازت سے خلیفہ کے لئے بیعت لے سکتے ہیں ایک بار پھر یاددہانی کرائی جاتی ہے کہ اسلام میں بیعت صرف اور صرف خلیفہ کی ہے جسکی اطاعت کرتے ہوئے اسکے مقرر کردہ امیر کی اطاعت (ماسوائے حرام کے) کی جاتی ہے۔

کتاب وسنت کی رو سے تمام مسلمین پر واجب ہے کہ وہ حبل اللہ سے بندھے رہیں اور فرقہ بندی سے دور رہیں۔مسلمین پر نظام خلافت کا قائم کرنا واجب ہے خلیفہ/امام

www.sirat-e-mustaqeem.com

کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت ہے۔ جماعت المسلمین سے بالشت بھر کی علیحدگی ایک مسلم کو اسلام کے حلقے سے محروم کر دیتی ہے اور خلیفہ/امام کی بیعت سے مرجانا جاہلیت کی موت مرنا ہے۔ اسلام نے اجتماعی زندگی گذارنے کو مسلمین پر واجب قرار دیا ہے اور اس حد تک واجب قرار دیا ہے کہ اگر تین مسلم بھی ہیں تو وہ بھی ایک امیر کے تحت زندگی گذاریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((**لایحل لثلاثة یکونوا بفلاة من الارض الا امروا علیهم احدهم**))

تین آدمیوں کے لئے جو کسی جنگل میں رہتے ہوں ان کے لئے رہنا حلال نہیں مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنا کر رہیں۔ [منتقی الاخبار و ابو داؤد]

اس حدیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ اگر تین مسلم بھی ہیں تو ان کے لئے الگ الگ رہنا حرام ہے ان پر واجب ہے کہ ایک ان میں سے دونوں پر امیر ہو اور باقی دو اس کے مامور و ماتحت ہوں جیسا کہ ہم نے پہلے ہی اس مسئلے کی وضاحت کر دی ہے اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کی زندگی اسلامی زندگی نہ ہوگی حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمادیا کہ:

((**اذا خرج ثلثة فی سفر فلیؤمروا احد هم**)) [ابو داؤد: ۱/۲۵۱]

جب تم میں سے تین آدمی (بھی) سفر کے لئے نکلیں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ لوگوں کی عادت تھی کہ سفر کے دوران جب کہیں پڑاؤ ڈالتے تو ادھر ادھر پھیل جاتے اور اپنی اپنی پسند کی مختلف جگہیں ٹھہرنے کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

لئے منتخب کر لیتے۔ نبی ﷺ نے ایک بار یہ صورت حال دیکھی تو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

((ان تفرکم فی هذه الشعاب والاودية انما ذلکم من الشیطان))

تمہارا اس طرح مختلف گھاٹیوں اور میدانوں میں متفرق رہنا صرف شیطان کی وجہ سے ہے۔اس تنبیہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

لوگ پھر کبھی اس طرح متفرق نہ ہوئے اور جب کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو ایک دوسرے سے بالکل لگ کر ٹھہرتے حتی کہ خیال ہوتا کہ اگر انہیں ڈھکا جائے تو ایک ہی کپڑے کے نیچے سب آ جائیں گے۔ [ابو داؤد: ۱/ ۳۵۴]

معلوم ہوا کہ بغیر کسی جماعتی نظم کے پورا سفر کر ڈالنا تو درکنار اس کے دوران چند گھنٹوں کا کوئی پڑاؤ بھی اگر اپنے اپنے طور پر کرلیا جائے تو اتنی سی دیر کی بھی زندگی شان اجتماعیت سے آراستہ دکھائی نہ دے سکے تو یہ بات بھی اسلام کو قطعی گوارہ نہیں اور اسے وہ شیطان کی پیروی قرار دیتا ہے۔مسلمین آج کل کے حالات پرغور کریں اور پھر اپنا جائزہ لیں کہ وہ کس قسم کی زندگی گذار رہیں ہیں؟ آیا کہ ان کی زندگی اسلامی ہے یا شیطانی؟

اسلام کے نزدیک اجتماعیت کی اہمیت انتہائی بلند ہی نہیں انتہائی وسیع اور ہمہ گیر بھی ہے حتی کہ انسان کے عام رہن سہن کا کوئی گوشہ بھی اس کی حدود واثر سے آزاد نہیں۔اجتماعیت اسلام کو کچھ ایسی ہی مطلوب ہے جیسا کہ پانی مچھلی کو مطلوب ہوا کرتا ہے۔اسلام اپنے پیرؤوں کو جماعتی زندگی بسر کرانے پر اس قدر مصر کیوں ہے؟ وہ ایک منظّم سیاسی نظام کے قیام کو ضروری کیوں ٹھہراتا ہے اور امراء کی اطاعت کو اللہ اور رسول

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ ﷻ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کیوں قرار دیتا ہے؟ اور جماعتی اتحاد میں شگاف ڈالنے والے پر سے اپنی امان کیوں اٹھالیتا ہے؟ وہ بیعت خلافت سے محروم رہ جانے والے کی موت کو جاہلیت کی موت کیوں کہتا ہے؟

اس سلسلے میں اتنی بات تو بالکل صاف ہے اور قطعی سمجھنی چاہئیے کہ اجتماعیت اسلام کی غرض وغایت پوری کرنے میں کوئی بڑا ہی خاص حصہ لیتی ہے اور دین وایمان کے مفادات کی کوئی اہم ترین خدمت انجام دیتی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اسے اتنی غیر معمولی اہمیت ہرگز نہ دیتا اس غرض وغایت کی وجہ ہمیں اس حدیث سے پتہ چلتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة » [مسند احمد بحواله مشکوٰة]

شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہوا کرتا ہے یہ بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو الگ جا بھاگتی ہے یا دور نکل جاتی ہے یا کسی طرف علیحدہ ہو رہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« علیکم بالجماعة وایاکم والفرقة فان الشیطان مع الواحد وهو من الاثنین ابعد من اراد بحبوبةالجنة فلیلزم الجماعة »[احمد، ترمذی]

جماعت (المسلمین) کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو اور تفریق کے قریب بھی نہ پھٹکو کیونکہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور ہوتا ہے اور جو شخص جنت

www.sirat-e-mustaqeem.com

کا وسط چاہتا ہے پس اسے چاہیئے کہ وہ جماعت (المسلمین) سے چمٹا رہے۔

مسلمین کی اجتماعیت موجود نہ ہونے کی بناء پر ایک مسلم عملاً ذیل کے متعدد پہلوؤں سے بے تعلق ہو کر رہ جاتا ہے۔

۱ : سب سے اہم ترین چیز تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق پوری طرح ادا نہیں کر سکتا دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ اس بندگی کے کتنے ہی اہم ترین مطالبات کو پورا کرنے کی پوزیشن ہی میں نہیں ہوسکتا۔ اس کے دین کی شہادت اور اقامت سے زیادہ بڑا اور اہم فریضہ اور کیا ہوسکتا ہے یہ تو وہ فریضہ ہے جو کہ ایک مسلم کے وجود کی کل غایت ہے۔ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب عمل اللہ کی نگاہ میں اور کیا ہوگا جسے حدیث میں صراحتاً سب سے افضل فرما دیا گیا ہے اور جس کے اشتیاق سے خالی رہنے والے سینے کو نفاق کا مریض قرار دیا گیا ہے اجتماعی زندگی سے محروم رہ کر کیا ان فرائض سے عہدہ برا ہونے کی کوئی شکل ممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں اور یقیناً نہیں۔

۲ : اگر ایک مسلم انہی بستیوں اور آبادیوں میں رہتا سہتا ہے تو اسلام کی مطلوبہ اجتماعیت کے موجود نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لازماً ایک غیر اسلامی یعنی کافرانہ نظام کے تحت زندگی گذار رہا ہے اور کسی کافرانہ نظام کے تحت زندگی گذارنے کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمین کی زندگی غیر اسلامی خطوط پر ہی بسر ہو رہی ہے بلکہ یہ کہنا بھی خلاف واقع نہ ہوگا کہ اس کے شخصی قوانین کی حرمت بھی پوری طرح برقرار رہ جانے والی نہیں اسلام کی مطلوبہ اجتماعیت اور اجتماعی نظم کے موجود نہ ہونے کے لازمی معنی بالعموم یہی ہوتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں کہ مسلمین کی زندگی کافرانہ نظام کے تحت بسر ہورہی ہے یعنی ایک ایسے نظام کے تحت جس میں زندگی کا عام اجتماعی کاروبار کافرانہ بنیادوں پر چلتا ہو جس میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اور اصل قانون ساز اللہ تعالیٰ کے بجائے طاغوت ہو یا پارلیمینٹ۔سینیٹ اور اسمبلیاں ہوں اور اقوام متحدہ کے قوانین ہوں۔جس میں اخلاق کی اجتماعی قدریں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے نہیں بلکہ طاغوتی طاقتوں اور کفار کے نظام حکومت سے اخذ کی گئی ہوں جس میں وسیع تر اجتماعی معاملات کے اندر اسلام کا داخلہ ممنوع ہو عدالتوں، پارلیمینٹ، سینیٹ اور اسمبلیوں میں اسلام کا داخلہ ممنوع ہو جس میں معروفات اور منکرات کے تعین میں قرآن وسنت کا فیصلہ کوئی آخر فیصلہ نہ ہو اور سب سے اہم یہ کہ اللہ کا دین اسلام کفار اور منافقین کے ووٹوں کا محتاج ہو اور اسلام کے کتنے ہی معروف منکر اور منکر معروف بنادیئے گئے ہوں جس میں انسانی اور بین الاقوامی تعلقات کی بنیادیں عدل وانصاف اور تعاون علی البرّ کے اسلامی اصولوں کے بجائے کسی قوم، کسی نسل، کسی وطن، کسی طبقے، یا کسی ازم کے مادی مفادات پر اٹھائی گئی ہوں۔جس میں عدالتیں شرعی قوانین ہی کے مطابق فیصلے کرنے کی مطلق پابند نہ ہوں حتی کہ جس میں مسلمین اپنے انفرادی معاملات میں بھی اسلامی احکام وضوابط پر عمل کرنے میں پوری طرح آزاد نہ ہو ایسے معاشرے میں رہنے والے مسلمین کی آنکھیں آخرکار آہستہ آہستہ اس صورت حال کی عادی ہونے لگیں گی جذبات کی بے قراری اور ذہنی بغاوت پر تھکاوٹ اور پھر افسردگی طاری ہونے لگے گی اضطراب احساس غم کی سطح پر آجائے گا اور بغاوت کی آگ حسرت کی راکھ میں تبدیل

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوجائے گی۔پھر یہ بھی دور ختم ہوگا اور اب دینی حمیت سے دل خالی ہونے شروع ہوں گے۔کافرانہ نظام سے طبیعتیں مانوس ہونے لگیں گی۔ذہنی اور جذباتی لڑائی صلح اور رواداری سے بدلنے لگے گی اور کفار سے مسلمین کی کوئی عملی مخالفت باقی نہ رہ جائے گی اور آخر کار کافرانہ نظام خوب بن جائے گا جو کبھی انتہائی ناخوب تھا مسلمین اس کافرانہ نظام اور اقتدار کو جو اس کے دین کو دیس نکالا دے چکا ہے یا کم سے کم یہ کہ جس نے اسے خانہ قید کر رکھا ہے سلامیاں دے گا اس کی بارگاہ میں عزت کا طالب ہوگا اس کی نوکری میں فخر محسوس کرے گا اس کی خیمہ برداری کا حق حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑے گا وہ کیسا مسلم ہوگا؟ جو کفار کے نظام کے خلاف زبان سے بھی کوئی اظہار ناگواری نہ کرے گا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

شہادت حق

دیکھا آپ نے مسلمین کی غیر اجتماعی زندگی دین اور ایمان کے لئے کیسے کیسے شدید خطرات پیدا کر دیتی ہے اور مسلمین کو شیطان کا صید زبوں بنا دیتی ہے اس کے برعکس اجتماعی زندگی ان کے لئے کیا ثابت ہوتی ہے یہ جاننے کے لئے ہادی اسلام رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنئے:

« یداللّٰہ علی الجماعۃ » [ترمذی]

اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے

یعنی اجتماعی زندگی ہی وہ زندگی ہے جس میں مسلمین اللہ تعالیٰ کی نوازشوں اور نصرتوں کے فی الواقع سزاوار بنتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا پورا ہونا مسلمین کی اجتماعی زندگی پر موقوف ہے۔

وہ مقصد کیا ہے جس کے لئے اسلام نے اپنے پیروؤں کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلام کی مطلوبہ اجتماعیت کا مقصد قرآن مجید وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس» [البقرۃ]

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم دوسرے تمام لوگوں پر (حق کے) گواہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

« كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر » [آل عمران : ۱۱۰]

تم ایک بہترین امت ہو جسے دوسرے سارے انسانوں کے لئے برپا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى اوحينا اليك.....ان اقيموا الدين » [الشوریٰ : ۱۳]

اس نے تمہارے لئے وہ دین مقرر فرمایا ہے جس کی تلقین اس نے نوح (علیہ السلام) کو کی تھی اور جس کی وحی (اے محمد ﷺ) ہم نے تم پر کی ہے.....(اس ہدایت کے ساتھ) کہ تم اس دین کو قائم کرو۔

یہ تینوں چیزیں شہادت حق، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامت دین دراصل ایک ہی معنی وحقیقت کے ترجمان ہیں اور ان کا یہ لفظی اختلاف اسی ایک معنی کے تین خاص رخوں کو نمایاں کرنے کے لئے ہے۔

قرآن حکیم کے ان بیانوں سے بالکل واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ فریضہ یا مقصد جس کے لئے مسلمین اس زمین پر ایک جماعت کی حیثیت سے موجود ہیں اور ایک امت کی حیثیت سے مامور ہیں اللہ کے دین کی اقامت اور شہادت ہے اس لئے انہی بیانوں سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

بالواسطہ یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ اسلامی اجتماعیت کا مقصد اقامت دین ،امر بالمعروف اورشہادت حق کے سوااور کچھ نہیں ۔اگراس اجتماعیت کا مقصد صرف اللہ کے دین کی اقامت اورشہادت ہےتو یہ اس بات کا بھی فیصلہ ہے کہ اس اجتماع کا مرکز صرف یہی دین اورصرف یہی دین ہوسکتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید نے اہل ایمان کوایک متحد و منظّم گروہ بن کررہنے کی ہدایت دیتے وقت جوالفاظ استعمال کئے ہیں وہ یہ ہیں:

((واعتصموا بحبل اللہ جمیعاو لاتفرقوا)) [آل عمران:۱۰۴]

تم سب مل کراللہ کی رسی کومضبوطی سے پکڑلواورآپس میں فرقہ فرقہ مت بنو

ہروہ نظام سیاست جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ہےوہ بدعت جاہلیت کفر یاشرک ہےاسلام کا سیاسی نظام صرف اورصرف ''خلافۃعلیٰ منہاج النبوۃ'' ہے۔جس کی پہلی شرط ایک شرعی خلیفہ کی بیعت پرتمام مسلمین کا اکھٹا ہونااس کے علاوہ جوبھی جماعت یانظام ہےوہ جاہلیت ہےجس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔رسول اللہﷺ فرماتے ہیں:

((ومن دعا بدعوی الجاھلیۃ فھو من جثی جھنم وان صام وصلی وزعم انہ مسلم)) [احمد وترمذی بحوالہ مشکوۃ کتاب الامارۃ]

اورجس نے جاہلیت کی پکار پرلوگوں کو بلایااس کا ٹھکانہ جہنم ہےاگرچہ وہ روزے رکھتا ہو،نمازیں پڑھتا ہواوراپنے آپ کومسلم سمجھتا ہو۔

جاہلیت کے معنی ہیں اسلام کی ضد یہ اتنی ہی واضح حقیقت ہےجتنی یہ بات کہ شرک

www.sirat-e-mustaqeem.com

توحید کی ضد ہے۔اس لئے ہر وہ پکار جاہلیت کی پکار ہوگی جس کا ثبوت قرآن وسنت سے نہ ہو۔جس کو قرآن حق کی پکار تسلیم نہ کرتا ہو جسے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کبھی بلند ہوتے نہ سنا گیا ہو اور جسے اللہ کے دین میں جواز کی سند حاصل نہ ہو اسلام نے مسلمین کو ایک خلیفہ کی بیعت کے تحت زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے اس کے علاوہ ہر طریقے سے بیزاری کا اظہار کیا ہے ایسی حالت میں اگر کوئی شخص مسلمین کے اس اجتماعی نظم سے آزادی اختیار کر لینے کی طرف بلاتا ہے تو یہ ایک کھلی ہوئی جہالت کی پکار ہوگی جس کا انجام جہنم ہوگا۔قرآن مجید نے تمام مسلمین کو اللہ کی رسی کے شیرازے سے منسلک رہنے کی وصیت فرمائی ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام المسلین کو حبل اللہ قرار دیا ہے۔

لہذا اگر حبل اللہ کے بجائے کسی اور رشتے کو مرکز بنا کر مسلمین کو اکھٹا ہونے کی دعوت دی جائے تو قطعاً ایک جاہلی دعوت ہوگی۔خواہ وہ خون کا، وطن کا، زبان کا، رنگ کا، غرض کوئی سا بھی رشتہ ہو۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((ليس منا من دعا الى العصبية)) [ابو داؤد]

وہ ہم میں سے نہیں جس نے لوگوں کو عصبیت کی طرف بلایا

غرض جاہلی پکار اور عصبیتی دعوت ایک نجاست ہے اور اسلام کا ذوق لطیف اسے ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔چنانچہ جب بھی کبھی ایسا ہوا کہ اغوائے شیطانی کے تحت کسی مسلم کی زبان سے اس طرح کی کوئی بات نکل گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا فوری نوٹس لیا اور ذہنوں کو اس گندگی کے اثرات سے پاک کرنے میں ذرا بھی دیر نہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

لگائی۔غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا مہاجر نے انصاری کی پشت پر لات ماری انصاری نے ''یاللانصار'' (دوڑو اے انصار) کی صدائے فریاد بلند کی جواب میں مہاجر نے بھی ''یاللمہاجر'' (پہنچو اے مہاجرو!) کا نعرہ لگایا رسول اللہ ﷺ کے کانوں تک یہ الفاظ پہنچے تو فرمایا:

((**مابال دعویٰ الجاهلية؟ دعوها فانها منتنه**)) [بخاری]

یہ کیسی جاہلیت کی پکار تھی ؟ دور رہو اس سے کیونکہ یہ بڑی بدبودار چیز ہے

ظاہر ہے کہ ''یاللانصار'' اور ''یاللمہاجرین'' کے الفاظ جو دراصل نسلی اور وطنی نعرے تھے صرف ایک وقتی جھگڑے کے سلسلے میں زبان سے اچانک نکل آئے تھے کسی سوچے سمجھے فلسفے اور نظریہ کے تحت کسی مستقل جماعت سازی کی دعوت نہ تھی لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ کو یہ الفاظ اتنے ناگوار گزرے گویا یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ غلاظت کے کیڑے اور عفونت کے بھبھکے ہیں، جنہیں کسی مسلم کے منہ سے ہرگز نہ نکلنا چاہئیے ۔تو ذرہ سوچئیے ! دین کے نام پر تفرقہ بازی کتنی بدبودار ہوگی؟ یہ حنفیت ،شافعیت،حنبلیت ،مالکیت اور اہلحدیثیت کے نعرے بھی بدبودار نعرے ہیں یہ تفرقہ ہے مسلمین پر واجب ہے کہ ان بدبودار جاہلی نعروں سے دور رہیں۔ان بدبودار جاہلی نعروں نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔اسلام کا نظام حکومت دراصل نظام خلافت ہے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمین کو اپنے اولوالامر یعنی خلفاء اور امراء کی اطاعت کا حکم دے رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ **يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر**

www.sirat-e-mustaqeem.com

منکم،فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا﴾ [النساء: ۵۹]

اے ایمان والوں اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں سے جو اولوالامر ہیں ان کی ، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دین پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمین پر ایسے بہت سے قوانین کے نفاذ کی ذمہ داری ڈال رکھی ہے جسے خلافت کے بغیر نافذ کیا ہی نہیں جا سکتا اور خلافت بغیر خلیفہ کے ممکن نہیں ! مثلاً قاتل کو موت کی سزا دینا، چور کا ہاتھ کاٹ دینا، زانی کو سنگسار کرنا یا کوڑے لگانا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمین پر یہ واجب کر دیا ہے کہ مسلم معاشرہ ایک امام و خلیفہ سے ہرگز خالی نہیں ہے۔ دینی حیثیت سے یہ ایک نا قابل قبول صورت حال ہے۔

چنانچہ فخر الدین رازی ان آیتوں میں سے جن میں مسلمین پر حکم اللہ جاری کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے ایک آیت: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما﴾ چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ [المائدۃ] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علماء متکلمین نے اس آیت کو اس بات کا ثبوت قرار دیا ہے کہ امت کے لئے ایک معین امام مقرر کر لینا واجب ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ذریعے چوروں اور زانیوں پر حد جاری کرنا واجب ٹھہرایا ہے۔اس لئے ایک ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے جو اس فرمان الٰہی کا براہ راست مخاطب (اور اس کی تعمیل کا ذمہ دار) ہو۔ادھر امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عام افراد واشخاص کو مجرموں پر حدیں جاری کرنے کا حق نہیں ہے بلکہ جہاں تک آزاد مجرموں کا تعلق ہے ان پر حدیں جاری کرنے کے بارے میں تو اس بات پر اجماع ہے کہ امام کے سوا کسی اور کے لئے وہ قطعًا جائز ہی نہیں۔اب جب حدیں جاری کرنے کی ذمہ داری ایک قطعی اور لازمی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ایک امام کے بغیر ممکن ہی نہیں اور یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے جس شئے پر کسی امر واجب کی تعمیل منحصر ہو اور وہ حد استطاعت سے باہر بھی نہ ہو وہ خود بھی واجب ہو جاتی ہے تو ایسی حالت میں امام کے تقرر کا واجب ہونا بالکل قطعی ہو جاتا ہے۔ [تفسیر کبیر: ۴۱۵/۳]

اسلامی طرز حکومت کی یاد تازہ کرنے کے لئے ان میں سے دو خاص حدیثوں پر پھر سے نظر ڈال لیجئے:

۱: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**امرکم بخمس بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهاد فی سبیل اللہ**)) میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں، جماعت المسلمین کے ساتھ رہنے کا، سمع (احکام سننے) کا، اطاعت (احکام ماننے) کا، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا۔ [**احمد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ**]

۲: ((**من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة**)) جو کوئی اس حال میں

www.sirat-e-mustaqeem.com

مرگیا ہو کہ اس کی گردن بیعت (کے قلادے) سے خالی ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ [مسلم : ۱۲۸/۲]

جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت جماعت نہیں

اسوۂ رسول اللہ ﷺ کا حال اس باب میں روشن حجت ہے سارے مسلمین ایک امت اور جماعت تھے اور رسول اللہ ﷺ اس کے قائد اور سربراہ تھے پورا اسلامی خطہ ارضی ایک مملکت تھا اور رسول اللہ ﷺ اس مملکت کے حکمران تھے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے جس کام کو سب سے اہم سمجھا اور جسے ہر دوسرے کام پر مقدم رکھا وہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کا انتخاب اور نظم خلافت کا قیام تھا حتی کہ تدفین کے فریضے کو بھی مؤخر رکھا گیا نعش مبارک رکھی رہی جب خلیفہ کا انتخاب ہو گیا تب جا کر اسے دفن کیا گیا صحابہؓ کا یہ طرز عمل نہ اختلافی تھا نہ ہنگامی بلکہ اجماعی بھی تھا اور مستقل بھی تھا یعنی انہوں نے ایسا پورے اتفاق رائے سے کیا تھا اور بعد میں بھی ایسا ہی کیا جب کسی خلیفہ کا انتقال ہوا تو اس وقت تک اسکے دفن کے فریضے کی طرف متوجہ نہ ہوئے جب تک اس کے جانشین کا انتخاب نہ کر لیا گیا۔

[شرح عقائد نسفية]

ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کے اجتماع کو خطاب کرتے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوئے فرمایا:

((الا ان محمدا قد مات ولابد لهذا الدین ممن یقوم به))

آگاہ رہو محمد ﷺ مرچکے ہیں اور اب اس دین کے لئے ایک ایسا شخص بہرحال ضروری ہے جو اس (کے قیام ونفاذ) کا ذمہ دار ہو۔ [**کتاب المواقف: ۸/ ۳۴۹**]

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا منشاء ان لفظوں سے واضح طور پر ایک خلیفہ کے انتخاب وتقرر کے سوا کچھ نہ تھا یہ بات صحابہؓ کے بھرے مجمع میں کہی گئی تھی اور ایک زبان بھی ایسی نہ تھی جس نے اس کے صحیح اور برحق ہونے سے انکار کیا ہو۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

((لااسلام الا بالجماعة ولا جماعة الا بامارة)) [**جامع بیان العلم**]

جماعت کے بغیر اسلام اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت جماعت نہیں

علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جب خوارج نے: **((لاحکم الالِلّٰہِ))** کا نعرہ لگایا تو آپ نے فرمایا: **((انما یقولون لا امارة ولابد من امارة برة او فاجرة))** ان کا کہنا تو یہ ہے کہ کوئی امارت ہونی ہی نہ چاہیئے۔ حالانکہ امارت بہرحال ضروری ہے چاہے وہ اچھی ہو چاہے بری۔ [**الملل والنحل للشهرستانی: ۱/ ۵۵**]

جس حکومتی نظام خلافت کی ضرورت پر قرآن وحدیث اسوۂ رسول اللہ ﷺ اور اقوال واعمال صحابہؓ سب کی شہادتیں موجود ہوں اور ایسے واضح اور قطعی انداز کی موجود ہوں اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشرے کی یہ ایک لازمی ضرورت ہے اور اس نظام

www.sirat-e-mustaqeem.com

خلافت کا قائم کرنا اور قائم رکھنا مسلمین کے دینی فرائض میں شامل ہے اور اس فرائض کے واجب ہونے پر تمام اہل حق علماء اور آئمہ نے بالاجماع زور دیا ہے مثلاً قاضی الماوردی لکھتے ہیں:

«عقدها لمن يقوم بها فى الامة واجب بالاجماع »

امامت یعنی خلافت کا ایک ایسے شخص کے لئے انعقاد جو امت کے اندر اس کی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے بالاجماع واجب ہے۔ [احكام السلطانية : ٣]

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں لکھتے ہیں:

« الاجماع على ان نصب الامام واجب » [احكام السلطانية: ١١]

اس بات پر اجماع ہے کہ امام (یعنی خلیفہ) کا تقرر واجب ہے۔

یعنی امت مسلمہ کے لئے اپنا ایک حکومتی نظام خلافت قائم کرنا شرعاً واجب ہے اگر وہ اپنے اس فریضے سے عہدہ براں نہیں ہوتی تو یہ ایک اجتماعی معصیت ہوگی جس کے لئے اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا آگے اس کے وجوب کی دلیلیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: « ولان كثيرا من الواجبات الشرعية يتوقف عليه » اور اس لئے کہ بہت سے شرعی واجبات کا ادا ہونا اسی خلافت پر موقوف ہے [ص: ١١]

جس نظام حکومت کے بغیر دین کے کثیر التعداد واجبات ادا ہو ہی نہیں سکتے کیسے ممکن ہے کہ وہ تو موجود نہ ہو مگر دین صحیح معنوں میں موجود ہو؟ ماننا پڑے گا کہ خلافت کے نظام کے بغیر اسلام اپنی صحیح اور کامل شکل میں کبھی نمودار نہیں ہو سکتا اور عقل عام یہ کہنے پر مجبور ہوگی کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

جس اسلام اور امام کے پاس حکومت اور نظام حکومت نہ ہو اس کی حیثیت ایک لنگڑے لولے اور اپاہج جسم سے زیادہ نہیں!!

چنانچہ امت مسلمہ کی پیش روامت (بنی اسرائیل) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

« كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى »

بنی اسرائیل کا نظم ونسق ان کے انبیاء چلاتے تھے جب ایک نبی وفات پاجاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی مبعوث ہوجاتا۔

[مسلم كتاب الامارة]. اسی حدیث میں اسی امت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« وانه لا نبى بعدى وستكون خلفاء تكثر قالوا فما تامرنا؟ قال : فوا ببيعة الاول فالاول واعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم »

اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ خلفاء ہونگے اور کثرت سے ہونگے صحابہ کرامؓ نے پوچھا آپ اس بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق انہیں دے دو پس اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا جس چیز کا انہیں نگہبان بنایا تھا اس کے متعلق۔ [رواه مسلم]

جو شخص خلافت کے منصب پر فائز ہو تو خلیفۃ المسلمین کا فرض یہ ہوگا کہ اللہ کے دین کو قائم کرے جیسا کے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

« ان امر عليكم عبد مجدع يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له

www.sirat-e-mustaqeem.com

واطیعوا›› [مسلم کتاب الامارۃ]

اگر کوئی ایسا غلام بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے جس کے اعضاء کٹے ہوئے ہوں لیکن وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

‹‹ان ھذاالامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللہ علیٰ وجھہ ما اقاموا الدین›› [بخاری کتاب الاحکام]

یہ امر خلافت قریش میں رہے گا جو شخص اس معاملے میں ان کے خلاف محاذ آرائی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل گرا دے گا جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ منصب خلافت کے قیام کی غرض وغایت اور خلیفہ کا فرض منصبی صرف اقامت دین ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات، احکامات اور نصیحتوں پر غور کریں تو مطلب صاف واضح ہوگا کہ ''منصب خلافت کے قیام کی غرض وغایت'' فریضہ ''اقامۃ الدین'' کی بنیاد اولیٰ ہے جس کے بغیر یہ فریضہ لازم کبھی بھی ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ گویا خلیفہ کا وجود اگر مطلوب ہے تو صرف اللہ کے دین کو قائم رکھنے کے لئے اور یہی وہ فریضہ ہے جسے اسے انجام دینا ہوتا ہے ان حقائق کی موجودگی میں علماء نے بجا طور پر امامت یعنی خلافت کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے ‹‹ھی خلافۃ الرسول فی اقامۃ الدین ›› امامت نام ہے دین کی اقامت کے معاملے رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کا۔ [کتاب المواقف]

www.sirat-e-mustaqeem.com

خلیفۃ المسلمین کے فرائض جتنے وسیع اور ہمہ گیر ہیں اس کے حقوق بھی اتنے ہی عظیم ہیں دنیا کی کوئی بھی دوسری حکومت اور حکمران شخصیت وہ حقوق نہیں رکھتی جو اسے حاصل ہوتے ہیں۔ان حقوق کی تفصیل یہ ہے:

۱. **اطاعت**: سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ اس کے احکام سنے اور مانے جائیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ﴿**یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم**﴾ اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی نیز اپنے میں کے اصحاب امر کی۔ [سورۃ النساء]

اس آیت میں اصحاب امر یعنی خلیفۃ المسلمین اور اس کے مقرر کردہ امراء کی اطاعت ضروری ہے۔اس طرح ضروری کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے حکم کے پہلو ہی میں یہ حکم بھی ثبت کر دیا گیا ہے۔اس انداز کلام کا جو تقاضہ وہ اہل نظر پر مخفی نہیں رہ سکتا نبی ﷺ نے اسی تقاضے کی شرح فرمادی کہ:« **من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن یعصمنی فقد عصی اللہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی** » جس نے میرا حکم مانا اس نے دراصل اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے دراصل اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے اپنے امیر کا حکم مانا اس نے دراصل میرا حکم مانا اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے دراصل میری نافرمانی کی۔[مسلم]

غور کیجئے جو اطاعت فی الواقع اللہ اور رسول ﷺ کی بن جاتی ہو وہ افراد کی اپنی مرضی اور سہولت پر موقوف نہیں رہ سکتی اس کا تو حق ہوگا کہ اسے اشخاص کی طبیعی آمادگیوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے یکسر بلند رکھا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ((**دعانا النبی ﷺ فبایعنا فکان فی ما اخذ علینا ان بایعنا علی السمع و الطاعة فی منشطنا ومکرھنا وعسرنا ویسرنا**)) ہمیں نبی ﷺ نے بلایا اور آپ سے ہم نے بیعت کی تو ان باتوں میں جن کا ہم سے آپ نے عہد لیا یہ بات بھی شامل تھی کہ ہم ہر حال میں چاہے گوارا ہو یا نا گوار ہم تنگی کے عالم میں ہوں یا کشادگی کے عالم میں اپنے امراء کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے۔[**مسلم کتاب الامارۃ**]

پھر صرف یہی نہیں کہ طبیعت کی نا گواری اور تنگی و پریشان حالی کے وقت بھی سمع وطاعت ایک مسلم کا فرض ہے بلکہ یہ فرض اس وقت بھی اپنی جگہ جوں کا توں برقرار رہتا ہے جب یہ حکم دینے والے بے کرداری کا شکار ہوں اور حقوق کے مواقع پر انہیں اپنی ذات سب سے پہلے یاد آتی ہو۔چنانچہ مذکورہ حدیث اطاعت میں آگے یہ الفاظ بھی آتے ہیں: ((**واثرۃ علینا**)) اور اس وقت بھی ایسا ہی کریں گے جب ہمارے خلاف ترجیح برتی جا رہی ہو [**مسلم**] ۔اور بات اب بھی اپنی حد کو نہیں پہنچی رسول اللہ ﷺ کا فرمانا تو یہاں تک ہے کہ: ((**تسمع وتطع وان ضرب ظھرک واخذ مالک فاسمع واطع**)) تمہیں (امراء کے حکموں کو) سننا اور ماننا چاہیئے حتی کہ تمہاری پیٹھ زخمی کر دی جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے تو بھی سنتے اور مانتے رہو۔[**مسلم**]

یہ اور اس طرح کی متعدد حدیثیں مسلمین کو تلقین کرتی ہیں کہ وہ اپنے خلاف سب کچھ جھیلتے رہیں مگر سمع اور طاعت کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑیں جب تک ایک شخص امارت اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

خلافت کے منصب پر فائز ہے اس کی اطاعت کا حق ناقابل انکار ہے اور ایک مسلم کا فرض ہے کہ اس حق کو برابر تسلیم کرتا رہے اور اس کی بے کرداری اور اس کی بے انصافی اور ستم کوشی بھی اس کے اس حق کو ساقط نہیں کرسکتی یہ حق کتنی اہمیت رکھتا ہے اور اس کا انکار مسلمین کو کہاں تک پہنچا دیا کرتا ہے اس کا اندازہ ذیل کی حدیث سے لگائیے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((**من خلع یدا من طاعة لقی اللہ یوم القیامة ولا حجة له**)) جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے پاس (اپنی روش کے حق ہونے پر) کوئی دلیل نہ ہوگی۔

[مسلم کتاب الامارة]

معلوم ہوا کہ خلفاء وامراء کی نافرمانی کا معاملہ ایسا نہیں ہے جو یہیں ختم ہوجاتا ہے بلکہ ایسا ہے جو کل اللہ کے حضور بھی پیش ہوگا اور جب پیش ہوگا تو وہاں اس کے جرم کی صفائی میں کوئی بات نہ کہی جاسکے گی۔آدمی کو اقراری مجرم بننے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((**من رای من امیرہ شیئا یکرهه فلیصبر علیه فانه من فارق الجماعة شبرا فمات الامات میتة جاهلیة**)) جو کوئی اپنے امیر کے ہاتھوں کوئی ناگوار حرکت سرزد ہوتے دیکھے اسے چاہئیے کہ صبر کرے (اور اس کی وجہ سے اطاعت سے منہ موڑ لینے کی ہرگز نہ سوچے) کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے الگ ہو رہے گا وہ جاہلیت کی حالت میں مرے گا۔**[بخاری کتاب الفتن]**

درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت اسلامی اور ملی اجتماعیت

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور ملی تنظیم کے نشان کی ہوتی ہے۔اس لئے اس کی اطاعت سے انکار ایک فرد کی اطاعت کا انکار نہیں ہوتا بلکہ جماعۃ المسلمین سے علیحدگی کا علان ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا خطرناک اقدام ہے جس کے بعد خود مسلم ہونے کا دعوی بھی بے وزن ہوکر رہ جاتا ہے اور آدمی اپنی تمام تر دین داریوں کے باوجود جب مرتا ہے تو جاہلیت کی موت مرتا ہے (ایک طرح کی) بلکہ بعض احادیث سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ کلی جاہلیت کی موت مرتا ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:((**من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان يرجع**)) جوکوئی جماعت المسلمین سے بالشت برابر بھی الگ ہورہا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا حلقہ نکال پھینکا الّا یہ کہ وہ جماعت کی طرف پھر لوٹ آئے۔

[ترمذی بحواله مشکوٰة]

خلافت کا حق یہ بھی ہے کہ خلیفۃ المسلمین/امراء سے محبت رکھی جائے جس طرح ظاہر میں اس کے احکام کی اطاعت ہو اسی طرح دلوں میں اس کی ذات کے لئے جگہ موجود ہو۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:((**خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم وتصلون عليهم ويصلون عليكم وشرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم**)) تمہارے اچھے خلفاء وہ ہونگے جن سے تم کو محبت ہو اور تم سے انہیں محبت ہو اور جن کے لئے تم رحمت کی دعائیں کرو اور وہ تمہارے لئے کریں۔اسی طرح تمہارے برے خلفاء وہ ہوں گے جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ **[مسلم كتاب الامارة]**

www.sirat-e-mustaqeem.com

چنانچہ ایک اور حدیث میں محبت اور بہترین جذبات کے اس رویے کو دین داری کا راست تقاضہ قرار دیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ((**الدین النصیحة قلنا لمن یارسول اللہ قال للہ ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم**)) دین اخلاص مندی کا نام ہے۔ ہم نے (یعنی صحابہ نے) پوچھا کس کے لئے اخلاص مندی کا؟ ارشاد ہوا اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے مسلمین کے خلفاء اور مسلمین کے لئے یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کی بیعت کو صرف ایک ظاہری اور رسمی وفاداری نہیں کہا گیا بلکہ اپنی متاع قلب دے دینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((**من بایع اماما فاعطاه صفقة یده وثمرة قلبه فلیطعه ما استطاع**)) جس نے خلیفہ سے بیعت کر لی اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور اپنی متاع قلب اس کے حوالے کر دی اسے چاہیئے کہ اپنے بس بھر اس کی پوری پوری اطاعت کرتا رہے [**مسلم**]۔ گویا خلیفۃ المسلمین سے بیعت عہد اطاعت ہی نہیں عہد اخلاص و محبت بھی ہے۔ خلیفۃ المسلمین کا تیسرا حق یہ ہے کہ اسے دنیا کی نہیں بلکہ دین کی ضرورت سمجھا جائے اور خلیفۃ المسلمین سے جو بیعت کی جائے اس کے پیچھے اصل محرک صرف آخرت اور رضائے الٰہی ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((**ثلاثة لا یکلمهم اللہ یوم القیامة......ورجل بایع اماما لا یبایعه الا لدنیا**)) تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (بوجہ ناراضی) مخاطبت نہ فرمائے گا......ایک اس شخص سے جس نے خلیفہ سے بیعت صرف دنیوی غرض سے کی ہو۔ [**بخاری کتاب الاحکام**]

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کی بیعت یا اطاعت سے انکار ہی ایک مسلم کے لئے ناروا سلوک مہلک ہی نہیں بلکہ وہ نام نہاد بیعت اور اطاعت بھی ایسی ہی ثابت ہوگی جو محض دنیوی مصلحتوں کی خاطر کی گئی ہو۔شریعت نے جس صراحت اور زور کے ساتھ اطاعت امر کی تلقین کی ہے اس صراحت اور زور کے ساتھ یہ بھی فرما رکھا ہے کہ یہ اطاعت غیر مشروط ہرگز نہیں بلکہ قطعی مشروط ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((**لا طاعة في معصية الله انما الطاعة في المعروف**)) اللہ کی معصیت کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت صرف معروف میں ہوگی۔[**مسلم**]

یعنی اطاعت کی شرط یہ ہے کہ حکم کسی معروف کا دیا ہو نہ کہ کسی معصیت کا معصیت کا حکم لازماً ٹھکرا دیا جائے گا اور اس کی تعمیل نہیں بلکہ عدم تعمیل ضروری ہوگی ٹھیک ویسی ہی ضروری جیسی کہ معروف کے حکم کے موقع پر اس کی تعمیل ضروری ہوتی ہے۔معصیت کے کاموں میں کسی بھی صاحب امر کی اطاعت کس حد تک ممنوع اور کیسی حرام ہے اس بات کا اندازہ ایک واقع سے لگائیے۔

''رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری صحابی کی سرکردگی میں جہاد کے لئے ایک دستہ روانہ فرمایا اور حسب دستور اسے ہدایت دے دی کہ اپنے امیر کی اطاعت کرتے رہنا۔دوران سفر ایک بار وہ ان سے کسی بات پر ناراض ہوگئے اور انتہائی غصے کے عالم میں انہیں حکم دیا کہ کہ لکڑیاں اکھٹی کریں جب لکڑیاں اکھٹی کی جا چکیں تو کہا ان لکڑیوں کو آگ دے دو جب آگ دے دی گئی تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس

www.sirat-e-mustaqeem.com

بات کی تاکید نہیں فرمائی ہے کہ میری سننا اور اطاعت کرنا؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں فرمائی ہے اس پر انہوں نے کہا اچھا تو اس آگ میں کود جاؤ یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف تکنے لگے اور کچھ لوگ اس حکم کی تعمیل پر بھی تیار ہوگئے مگر اور لوگوں نے کہا ہم تو آگ ہی سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ کر آئے تھے (پھر اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس میں از خود جا کودیں) غرض تھوڑی دیر بحث وتکرار اور کش وپنج کی یہی حالت رہی اس دوران امیر لشکر کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا اور آگ بھی بجھ گئی پھر جب یہ سب لوگ اپنی مہم سے فارغ ہوکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو وہاں پورا واقع بیان کیا گیا آپ نے سننے کے بعد ان لوگوں کو خطاب کر کے جو حکم امیر کی اطاعت میں آگ کے اندر کودنے پر آمادہ ہوگئے تھے فرمایا اگر تم آگ میں کود پڑتے تو قیامت تک اسی میں پڑے رہتے''۔[مسلم کتاب الامارة]

ثابت ہوا کہ غیر معروف اطاعت حرام ہے اور معروف میں امیر کی اطاعت ایک مسلم پر واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

« اوصیکم بتقوی اللہ تعالیٰ والسمع والطاعة وان تامر علیکم عبد حبشی من یعیش منکم بعد غیری اختلافا کثیرا بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین من بعدی تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعة ضلالة » [ابو داؤد/میراث الانبیاء]

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے تقوی اور سمع وطاعت کی اگرچہ تم پر حبشی

www.sirat-e-mustaqeem.com

غلام امیر بنادیا جائے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ امت میں بہت سارے اختلافات برپا ہوتے دیکھے گے ایسے وقت میں تمہارے لئے ضروری ہوگا کہ میری سنت اور خلفاء الراشدین المہدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے اور دانتوں سے پکڑے رہو اور نئے کاموں سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام یعنی بدعت گمراہی ہے۔

اسلام میں خلافت کے سیاسی نظام کے علاوہ ہر طریقہ بدعت اور گمراہی ہے۔شریعت نے اگر کوئی نظم ونسق کا اگر طریقہ دیا ہے تو وہ صرف اور صرف خلافت کا طریقہ ہے اسی واحد طریقے سے ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی ہوسکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:« **ان الدین بدأ غریبا ویرجع غریبا فطوبی للغرباء الذین یصلحون ما افسدالناس من بعدی من سنتی** » دین کا آغاز غربت کے عالم میں ہوا تھا اور ایک وقت چل کر وہ اسی عالم میں لوٹ جائے گا تو مبارکی ہو ان غرباء کے لئے جو اس وقت میری سنت میں کی ان چیزوں کو پھر سے درست کریں گے جنہیں لوگوں نے بگاڑ رکھا ہوگا۔

[ترمذی: ۲/۹۲]

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعلان خلافت

اجتماعیت اور تنظیم وہ چیز ہے جس پر خلافت اور امامت کا قیام موقوف ہے اگر دیواروں کے بغیر چھت نہیں بنائی جاسکتی تو نظم اجتماعی کے بغیر نظم خلافت بھی قائم نہیں کیا جاسکتا۔ مانا ہوا اصول ہے کہ وہ کام بھی فرض بن جاتا ہے جس پر کسی فرض کا ادا ہونا موقوف ہو۔ بہت سے دینی احکام کی بجا آوری ایک خلیفہ کے تقرر پر موقوف ہے۔

غرباء کو خوشخبری ہو کہ مہاجرین اور انصار کا اجتماع اقامت دین اور اعتصام بحبل اللہ اور امام واحد کی بیعت پر مضبوط معاہدہ کر چکا ہے جو ان سب کا امیر المومنین ہوگا وہ جانتے ہیں کہ ''امام الاعظم'' کے حقوق اور واجبات (کیا) ہیں۔ بخاری اور مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته والامام الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیته» خبردار تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور امام جو لوگوں پر ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

جو شخص امت کے حال سے باخبر ہو چکا ہے کہ یہ امت ایک طویل عرصے سے بناوٹی قوانین کی سرداری اور شدید فرقہ بندی میں ہے علم یقین کی حد تک واضح ہو گیا ہے کہ تمام واجبات سے زیادہ واجب یہ ہے کہ اپنی جان و مال کے ساتھ امیر المومنین کی مدد کرے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اور امیر المومنین پر تمام واجبات سے زیادہ واجب یہ ہے کہ وہ مسلمین کو کتاب وسنت کا پابند بنائے اور شریعت کے مخالف طریقوں اور قوانین کو پھینک دے اور یہ کہ طاغوتوں اور مشرکوں کا انکار کرے ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنا دوست نہ بنائے اور کفر کے نظام سے براءت کرے جس کا نام ''جدید عالمی نظام'' NEW WORLD ORDER اور اقوام متحدہ UNITED NATION اور امن کمیٹی اور حکومتوں سے براءت کرے جنہوں نے لوگوں کی دوستی کو تقسیم کر دیا ہے اور ان تمام تنظیموں سے براءت کرے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتی ہیں اور مومنین کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ولایت میں داخل ہو جائے اور اعلائے کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مسلمین کو واضح جلی جھنڈے تلے جمع کرے بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**انما الامام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به**)) بے شک امام ڈھال ہے (یعنی امت کے لئے ایک ڈھال ہے) اس کے پیچھے لڑا جاتا ہے (یعنی اس کے جھنڈے تلے) اس کے ساتھ رہ کر دشمن سے بچا جاتا ہے۔ اور امام پر تمام واجبات سے زیادہ واجب یہ ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے تحت فیصلہ کرے۔ ابن ابی شیبہ نے '' المصنف'' میں صحیح سند سے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: امام پر حق یہ ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے تحت فیصلہ کرے اور امانت ادا کرے پھر جب وہ ایسا کر لے تو مسلمین پر حق ہے کہ اس کو سنیں اور اطاعت کریں اور اس کی پکار پر لبیک کہیں اور اس بارے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سچ کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاؤلئک ھم الکافرون ﴾ [المائدۃ]
جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے دراصل وہی لوگ کافر ہیں۔

اور فرمایا اللہ جل ذکرہ نے:

﴿ وان احکم بینھم بما انزل اللہ الیک فان تولوا فاعلم انما یرید اللہ ان یصیبھم ببعض ذنوبھم وان کثیرا من الناس لفاسقون،افحکم الجاھلیۃ یبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون ﴾ [المائدۃ]

اور جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے ہم تمہیں تاکید کرتے ہیں کہ اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو (اور ان کی خواہشوں کی پیروی مت کرو اور ان کے داؤ گھات سے ہوشیار رہو جو کتاب اللہ نے تمہاری طرف اتاری ہے کہیں اس کے حکم سے یہ لوگ تمہیں بھٹکا نہ دیں) پھر اگر یہ لوگ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت نازل کردے اور بے شک اکثر لوگ فاسق ہیں کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے۔

اور امیر المومنین کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک مذہب اور دوسرے مذہب میں تعصب کرے ایک عالم اور دوسرے عالم میں تعصب کرے بلکہ اس کی میزان کتاب اللہ اور سنت رسول ہونی چاہئیے اور وہ اعراض کرے تمام اقوال ومسائل سے، جو اقوال کتاب وسنت کے مطابق ہوں تو وہ مقبول اور جو بھی کتاب وسنت کے مخالف ہیں مردود ہیں بے شک اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے ہمیں اپنی رسی پکڑنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کی رسی وہ وحی ہے جو نازل ہوئی اس کے امین رسول اللہ ﷺ پر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ ولو کان من عندغیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ﴾[النساء: ۸۲] اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

اور فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے: ﴿یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ ورسولہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا ﴾ اے ایمان والوں اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولوالامر ہوں اس کی اطاعت کرو اگر تمہارے درمیان کسی بات میں اختلاف واقع ہو جائے تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور یہی بہترین تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ﴾ [النساء]

آپ کے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ آپ کو حکم نہ بنالیں اور جب آپ ان کے باہمی اختلافات میں فیصلہ کر دیں اور یہ پھر اپنے نفس میں آپ کے فیصلے پر کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں اور فیصلے کو بسر وچشم تسلیم کر لیں۔

اور مہاجرین اور انصار نے جان لیا اطاعت امیر المومنین کے بارے میں پس

www.sirat-e-mustaqeem.com

بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يومر بمعصية ، فاذا امر بمعصية فلا سمع وطاعة)) مسلم مرد پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے چاہے اسے پسند ہو یا ناپسند سوائے معصیت کے حکم کے تو جب وہ گناہ کا حکم کرے تو نہ سمع ہے اور نہ ہی اطاعت ہے۔ [بخاری ومسلم]

ہم یہ جانتے ہیں کہ اگر امام سے کھلم کھلا کفر نہ ہو تو اس سے خروج (علیحدگی) جائز نہیں بخاری ومسلم نے عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: ((بايعنا رسول الله ﷺ على السمع والطاعة فى منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثر علينا ، وان لا ننازع الامرا اهله الا ان تروا كفرا بواحا عندكم فيه من الله برهان)) اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے بیعت لی سننے کی اور اطاعت کرنے کی بیماری میں وخوشی میں اور ہماری تکلیف میں بھی تنگی میں بھی آسانی میں بھی اور ہمیں (اس عہد پر) پکا کرایا اور یہ کہ اہل امر سے ہرگز نہ جھگڑیں جب تک کہ اس میں واضح کفر نہ دیکھ لیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل بھی ہو۔

پوری دنیا کے مسلمین کو خوشخبری ہو کہ اللہ کے فضل ورحمت سے مہاجرین اور انصار نے اس عظیم بیعت کو قائم کر دیا ہے اور یہ بہت کوشش متواصلہ اور بحث واتمام حجت کے بعد ہوا کہ سب راضی ہو گئے کہ وہ بیعت کر لیں ---------------- اس منصب کے اٹھائے جانے کے بعد اور اس سے طویل عرصہ دور رہنے کے بعد ہمارے زمانے

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں امیر المومنین تمام لوگوں کے لئے ہیں اور امت محمد ﷺ پر واجب ہے کہ وہ امیر المومنین کی سمع واطاعت کرے جب تک وہ اس میں واضح کفر نہ دیکھ لیں جس پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل بھی ہو اور تمام مسلمین پر واجب ہے کہ وہ ''جماعت المسلمین'' سے لزوم کریں اور امام الاعظم کی بیعت کریں اور اس کی مدد کریں اور بنفس نفیس اس کی تابعداری کریں اور جہاد کے ذریعے دین کے قیام اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اس کی مدد کریں۔حتی کہ تمام امت طاغوت کی عبادت اور ظالمانہ قوانین کی تابعداری سے نکل کر ایک اللہ کی عبادت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی عزت والی کتاب کی تابعداری کرنے لگ جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ویومئذ یفرح المومنون،بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم﴾[الروم:۵] ۔اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے (یعنی) اللہ کی مدد سے وہ جسے چاہتا ہے مدد دے دیتا ہے اور وہ غالب اور مہربان ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

بیعت کا عہد لینے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

بخاری و مسلم اوران دونوں کے علاوہ صحاح ستہ اور مسانید میں آئمہ محدثین نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

" لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔اس ڈر سے کہیں شر میں مبتلاء نہ ہو جاؤں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کی حالت میں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر (اسلام) عطا فرمایا، اب کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کی کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہوگی؟ فرمایا ہاں لیکن اس میں کچھ آمیزش اور کدورت ہوگی میں نے عرض کیا: وہ آمیزش اور کدورت کیا ہوگی؟ فرمایا ایسے لوگ ہونگے جو میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میرے طریقے کے سوا دوسروں کا راستہ اختیار کریں گے ان میں اچھی باتیں بھی ہونگی اور بری بھی میں نے عرض کیا پھر اس کے بعد برائی ہوگی آپ نے فرمایا ہاں ایسے لوگ ہونگے جو جہنم کے دروازے کی طرف لوگوں کو بلائیں گے جو ان کی بات مانے گا انہیں جہنم میں جھونک دیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی حالت بیان فرمایئے آپ نے فرمایا ان کا رنگ ہم جیسا ہوگا اور ہماری زبان بولیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ان کا زمانہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

پاؤں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ((**تلزم جماعة المسلمین و امامهم**)) جماعۃ المسلمین اور ان کے امام کے ساتھ چمٹے رہنا، میں نے کہا اگر جماعۃ المسلمین اور ان کا امام نہ ہو؟ تو فرمایا: تو ان تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا خواہ تم کو مرنے تک درخت کی جڑ چبانی پڑے۔

اور بخاری و مسلم میں حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھی تو اسے چاہیئے کہ وہ صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان (کی اطاعت) سے ایک بالشت بھی نکل گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

''بیعت کی نص''

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں ایسی تعریف جو کثرت سے ہو جو پاک ہو اور برکت والی ہو صلاۃ اور سلام ہو اللہ کے رسول پر اور آپ کی طیب اور طاہر اولاد پر،----------،اللہ علی القدیر آپ کی مدد کرے۔السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امابعد! مہاجرین اور انصار امر خلافت کے قیام کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔جب ہم نے دیکھا کہ ملت اسلامیہ اختلافات اور ٹوٹ پھوٹ اور کمزوری میں ہے اور اسی حالت میں ایک عرصہ گذر گیا ہے۔واجب ہے کہ امت اسلامیہ کے لئے ایک امام ہو جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے ساتھ حکم کرے۔جب سے خلیفہ کا منصب اٹھا دیا گیا ہے تو اکثریت فساد کرنے والوں کی ہوگئی ہے۔لوگ دین کی نصرت سے ہٹ گئے ہیں طواغیت کے غلبہ کی وجہ سے اور مشرکین اور ان کا اتباع کرنے والے علماء سو اور دجالین اللہ کے دین کو معطل کرنے والے یہ سب اسلام سے لڑنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں۔یہ احبار اور رہبان قرآن کو سلطان سے علیحدہ کرنے کے لئے جمع ہو چکے ہیں۔اور جب ہم نے دین کو ضائع ہوتے دیکھا تو ہم نے باوجود قلت ناصرین کے یہ سمجھ لیا کہ ہم پر خلیفہ کی طرف سے واجب ہے کہ ہم حواریوں کی مانند ہو جائیں جب انہوں نے کہا تھا ﴿ نحن انصار اللہ ﴾[الصف: ۱۴] ہم اللہ کے مددگار ہیں چنانچہ اسی وجہ سے تم نے ہمیں آواز دی اور ہمیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

جمع کیا اور ہم سے دین کی مدد کا پکا عہد و پیمان لیا اور امت کو جگایا تا کہ فریضہ غائبہ کا قیام کیا جائے ۔اللہ عزوجل کے حکم اور اس کے رسول ﷺ کے امر میں بیعت کی گرہ کا وجوب تابعداری کے ساتھ اس آدمی کے واسطے ہے جو امت کی قیادت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ذریعے کرے اور آپ کے لئے ہمارے اوپر سمع اور اطاعت ہے تنگی اور آسانی میں خوشی میں اور ناخوشی میں اور یہ کہ امراء سے جھگڑا نہ کریں مگر سوائے اس کہ کے ہم اس میں کھلا کفر دیکھیں جس کے بارے میں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہو اور اللہ کی قسم ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ نے خود خلافت طلب نہیں کی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اگر درخواست کے بعد تجھے (یہ امارت) ملی تو تیرے سپرد کر دی جائے گی اور بغیر درخواست کے ملی تو تیری (منجانب اللہ) مدد کی جائے گی ۔ بلاشبہ ہم نے آپ کو خلافت قبول کرنے کی دعوت دی تا کہ دین کی نصرت اور مجروح امت کی صیانت کی جائے اللہ کی قسم ہم ایسا ہرگز نہیں کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ **فاذهب انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون** ﴾[المائدة] کہ تم اور تمہارا رب جاؤ اور دونوں لڑو ہم یہیں بیٹھیں رہیں گے ۔البتہ ہم آپ کے دائیں اور بائیں ہو کر لڑیں گے آپ کے آگے اور پیچھے لڑیں گے اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمارے ساتھ چلئے اور کسی کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لایئے اللہ کے دین کی مدد کے لئے رسول اللہ ﷺ اور انکے خلفاء الراشدین المہدین ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے طرز پر اور بے شک ہم آپ کے کان ہونگے جس کے ذریعے آپ سنیں گے اور آپ کی آنکھیں ہونگے جس سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

دیکھیں گے اور آپ کے ہاتھ ہونگے اس کے ذریعے آپ حملہ آور ہونگے اور آپ کی ٹانگیں ہونگے جس پر آپ چلیں گے اور ہم اس معاہدے پر اپنی استطاعت کے اعتبار سے ہیں۔

﴿ فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ﴾ پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے والے کا نقصان اسی کو ہے۔[الفتح: ۱۰] اور ہم اپنے آپ کو اور تم کو اور تمام مومنین کو اللہ تعالیٰ کے قول کے ذریعے نصیحت کرتے ہیں: ﴿ یاایھاالذین آمنوا کونوا انصار اللہ ﴾ اے ایمان والوں اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔[الصف: ۱۴] ﴿ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنة یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیه حقا فی التوراة والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم به وذلك ھوالفوز العظیم ﴾ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے اور اس کے عوض میں ان کے لئے جنت ہے یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں یہ توراۃ انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ [التوبة: ۱۱۱]

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان)

www.sirat-e-mustaqeem.com

توحید اور رسالت.....

اسلام کی دو بنیادیں

اردو استفادہ (امام ابن تیمیہؒ)

اسلام کی اساس، جو کہ ایمان اور کفر کے درمیان فرق کی اصل بنیاد ہے وہ ہے اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔ یعنی اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اسلام کی یہ دو بنیادیں ہیں۔ بہت سے لوگ اسلام کی ان دو بنیادوں یا ان میں سے کسی ایک کی حقیقت قائم کرنے میں نقص یا خلل کا شکار ہوئے ہیں۔ جبکہ ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں توحید کی حقیقت قائم ہے اور جس علم اور معرفت کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان کے ہاں موجود ہے۔

مشرک کا یہ قرار کرنا کہ اللہ ہر شئے کا رب ہے اور ہر چیز کا خالق اور مالک ہے.....اسے اللہ کے عذاب سے چھڑانے کے لئے کافی نہیں جب تک وہ اس کے ساتھ اس بات کا اقرار نہیں کر لیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ ایک اس کے سوا کسی اور کا عبادت پر کوئی حق نہیں اور پھر جب تک اس کے ساتھ وہ یہ اقرار نہیں کر لیتا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جس کی رو سے اس پر رسول ﷺ اللہ کی بتائی ہوئی ہر بات کی تصدیق اور آپ ﷺ کے دیئے ہوئے ہر حکم کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اسلام کی ان دونوں بنیادوں کی وضاحت کی جائے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسلام کی پہلی بنیاد: اسلام کی پہلی بنیاد الوہیت میں اللہ کی توحید ہے۔یعنی بندگی صرف اس کی باقی ہر ایک کی بندگی سراسر باطل۔اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمایا کہ مشرکوں نے ایسے واسطے گھڑ رکھے تھے اور وہ ان کو (اسی حیثیت میں) پکارتے اور ان کو اللہ کے ہاں اپنا سفارشی جانتے جبکہ اللہ نے ان کو اذنِ شفاعت نہیں دے رکھا:

﴿ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عنداللہ . قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السماوات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون ﴾ (یونس:۱۸)

''یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔اے محمدؐ ان سے کہو کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں''۔

چنانچہ آیت کے آخری حصے میں یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ لوگ جو اللہ کے ہاں ان سفارشیوں کی سفارش پر یقین رکھتے ہیں مشرک ہیں۔

پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں ذکر ہونے والے مومن کے حوالے سے فرمایا:

﴿وما لی لا أعبد الذی والیہ ترجعون أ أتخذ من دونہ آلھۃ ان یردن الرحمن بضر لا تغن عني شفاعتھم شیئا ولا ینقذون انی اذا لفی ضلال مبین انی آمنت بربکم فاسمعون﴾ (یٰسین:۲۲-۲۵)

''آخر کیوں نہ میں اس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بنالوں کہ اگر اللہ رحمان مجھے کوئی نقصان

www.sirat-e-mustaqeem.com

پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں صریح گمراہی میں ہوں۔ میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا تم بھی میری بات مان لو"۔

اسی طرح فرمایا:

﴿ولقد جئتمونا فرادى كما خلقناكم اول مرة وتركتم ما خولناكم وراء ظهوركم وما نرى معكم شفعاؤكم الذين زعمتم أنهم فيكم شركاء لقد تقطع بينكم وضل عنكم ما كنتم تزعمون﴾ (الانعام:۹۴)

"لو اب تم ویسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے۔ جب ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا، جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے، تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے جن کا تم زعم رکھتے تھے"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سفارشیوں کے بارے میں بیان فرمایا کہ وہ ان کو اپنے معاملے میں اللہ کا شریک سمجھتے تھے۔ پھر فرمایا:

﴿أم اتخذوا من دون الله شفعاء قل أولو كانوا لا يملكون شيئا ولا يعقلون قل الله الشفاعة جميعا له ملك السموات والارض ثم إليه ترجعون﴾

(الزمر:۴۳-۴۴)

"کیا اس اللہ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ ان سے کہو کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ ان کے اختیار میں کچھ نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟ کہو شفاعت ساری کی ساری

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللہ کے اختیار میں ہے۔آسمانوں اورزمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے۔پھراسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو''۔

﴿ ما لكم من دونه من ولي ولا شفيع ﴾ (السجدة:۴)

''اس کے سوانہ تمہارا کوئی حامی ومددگار ہےاورنہ کوئی سفارش کرنے والا''۔

﴿وأنذر به الذين يخافون أن يحشروا الى ربهم ليس لهم من دونه من ولي ولا شفيع ﴾(الانعام:۵۱)

''اوراے محمد!تم اس (علم وحی) کے ذریعہ سے ان لوگوں کونصیحت کرو جواس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے کبھی اس حال میں پیش کئے جائیں گے کہ اس کے سواوہاں کوئی (ایسا ذی اقتدار) نہ ہوگا جوان کا حامی ومددگار رہو، یاان کی سفارش کرے''۔

﴿ من ذالذی يشفع عنده الا باذنه ﴾ (البقرہ:۲۵۵)

''کون ہے جواس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیرسفارش کرسکے''؟

﴿وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانه بل عباد مكرمون لا يسبقونه بالقول وهم بأمره يعملون يعلم ما بين أيديهم وما خلفهم الا لم ارتضى وهم من خشيته مشفقون ﴾ (الانبیاء:۲۶-۲۸)

''یہ کہتے ہیں:''رحمان اولاد رکھتا ہے''سبحان اللہ، وہ تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے۔اس کے حضور بڑھ کرنہیں بولتے اوربس اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔جو کچھ ان کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ باخبر ہے۔وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے،جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو، اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں''۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿وکم من ملک فی السماوات لا تغنی شفاعتھم شیئا الا من بعد ان یأذن اللہ لمن یشاء ویرضی﴾ (النجم:۲۶)

''آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت نہ دے جس کیلئے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہتا ہے اور اس کو پسند کرے''۔

﴿قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السماوات ولا فی الأرض وما لھم فیھا من شرک وما لہ منھم من ظھیر ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن أذن لہ﴾ (سبأ:۲۲)

''(اے نبی، ان مشرکین سے) کہو پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں اور نہ زمین میں۔ وہ آسمان وزمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے۔ اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہوسکتی بجز اس شخص کے جس کیلئے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو''۔

﴿قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا، اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ أیھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذوراً﴾ (بنی اسرائیل:۵۶-۵۷)

''ان سے کہو، پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کررہے ہیں کہ کون ان سے قریب تر ہوجائے اور وہ اس کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہی ڈرنے کے لائق''۔

سلف میں سے ایک جماعت کا قول ہے: کچھ لوگ عزیر علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کو اور ملائکہ کو پکارا کرتے تھے تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ واضح ہو کہ ملائکہ اور انبیاء تو خود اللہ کا تقرب پانے کے طلب گار رہتے ہیں جس کیلئے وہ اس کی رحمت کی امید کئے جاتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف کئے جاتے ہیں۔

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات کی حقیقت جان لے کہ اللہ کا اس پر ایک حق ثابت اور مسلم ہے جس میں کسی مخلوق کا کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ ہے اس کی عبادت و پرستش۔ ایک اسی کا سہارا چاہنا اور ایک اسی پر بھروسہ رکھنا۔ اسی کا خوف اور اسی کا ڈر اور اسی کا تقویٰ۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿لا تجعل مع الله الها آخر فتقعد مذموما مخزولا﴾ (بنی اسرائیل:۲۲)

''تو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور بے یار و مددگار بیٹھا رہ جائے گا''۔

﴿انا انزلنا اليک الكتاب بالحق فاعبد مخلصاً له الدين﴾ (الزمر:۲)

''(اے محمدؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے۔ لہذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے''۔

﴿قل انی أمرت أن أعبدالله مخلصاً له الدين﴾ (الزمر:۱۱)

''(اے نبی) ان سے کہو مجھے حکم دیا گیا کہ دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اس کی بندگی کروں''۔

﴿قل أفغير الله تأمرونی أيها الجاهلون . ولقد اوحی اليک والی الذين

www.sirat-e-mustaqeem.com

من قبلک لئن أشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین .بل اللہ فاعبد وکن من الشاکرین ﴾ (الزمر:۶۴-۶۶)

''(اے نبی)اِن سے کہو:''پھر کیا اے جاہلو،تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کیلئے مجھ سے کہتے ہو''؟(یہ بات تمہیں ان سے صاف کہہ دینی چاہئے کیونکہ)تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم خسارے میں رہو گے''لہٰذا(اے نبی)تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہوجاؤ''۔

یہاں جو بھی رسول آیا اس نے اپنی قوم کو ایک ہی بات کہی: اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیرہ ''کہ ایک اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی لائق عبادت ہے نہیں''۔

یہ بات کہ توکل اور سہارا پکڑنے میں کوئی اس کا شریک نہیں،اس کا فرمان ہے:

﴿وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مؤمنین ﴾ (المائدہ:۲۳)

''اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو''۔

﴿وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ﴾(الرعد:۱۱)

''اور اللہ ہی پر اہل ایمان کو بھروسہ کرنا چاہئے''۔

﴿قل حسبي اللہ علیہ یتوکل المتوکلون ﴾ (الزمر:۳۸)

''بس ان سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے،بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں''۔

﴿ولو أنھم رضوا ما أتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا اِلی اللہ راغبون ﴾(التوبۃ:۵۹)

www.sirat-e-mustaqeem.com

''کیا اچھا ہوتا کہ اللہ اور رسول ﷺ نے جو کچھ انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسولؐ بھی ہم پر عنایت فرمائے گا۔ ہم اللہ ہی کی طرف نظر جمائے ہوئے ہیں''۔

چنانچہ اس آیت میں جہاں تک دینے کی بات ہے تو فرمایا (ما آتاهم الله ورسوله) ''اللہ نے ان کو جو دیا اور اس کے رسول نے جو دیا'' مگر جب توکل کی بات آئی تو فرمایا (وقالوا حسبنا الله) ''اللہ ہمارے لئے کافی ہے'' یہ نہیں کہا (حسبنا الله ورسوله) کہ ''ہمارے لئے اللہ اور رسول کافی ہے'' کیونکہ مال و دولت دینا ایک شرعی حق ہے جو کہ جائز اور حلال ہے اور شرعی حق کی رو سے رسولؐ نے ان کو مال غنیمت میں سے ان کا حق دیا۔ چنانچہ حلال وہ ہے جسے رسولؐ حلال ٹھہرا دے۔ حرام وہ ہے جسے رسولؐ حرام کہہ دے۔ اور شریعت وہ ہے جو رسولؐ مقرر کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا﴾ (الحشر:۷)

''جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دے اس سے رک جاؤ''۔

رہا کافی ہونا تو وہ صرف اللہ ہے۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جو بندے کے لئے کافی ہوتا ہے اس میں کوئی اس کا شریک نہیں:

﴿الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل﴾ (آل عمران)

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ ''تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوتی ہیں، ان سے ڈرو، تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور وہ کہنے لگے: ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے''۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

سو وہ اکیلا ہی ان سب کیلئے کافی ہوا اور وہ ہمیشہ کے لئے کافی ہے۔

﴿یا أیھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین﴾ (الانفال:۶۴)

''اے نبی، تمہارے لئے اور تمہارے پیرو اہل ایمان کیلئے تو بس اللہ کافی ہے''۔

یعنی تجھے بھی اور تیرے پیروکار جتنے مومن ہیں سب کو اللہ اکیلا کافی ہے۔ مراد یہ نہیں جیسا کہ اس آیت سے بعض نے غلط طور پر سمجھ لیا: کہ اے رسول تجھے اللہ کافی ہے اور وہ مومن جو تیرے پیروکار ہیں۔ پھر خوف وخشیت اور تقویٰ کے بارے میں فرمایا:

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون﴾

(النور:۵۲)

''اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کا تقوی اختیار کریں''۔

چنانچہ آیت میں اطاعت تو اللہ اور رسولؐ کی بتائی گئی مگر خوف وخشیت اور تقوی صرف اللہ سے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

اسی طرح نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا:

﴿انی لکم نذیر مبین . ان اعبدوا اللہ واتقوہ وأطیعون﴾ (نوح:۲-۳)

''میں تمہارے لئے ایک صاف صاف خبردار کردینے والا (پیغمبر) ہوں۔ یہ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو''۔

چنانچہ نوح علیہ السلام نے عبادت اور خوف وتقویٰ پر صرف اللہ وحدہ لاشریک کا حق بیان فرمایا البتہ اطاعت رسول کی مقرر ٹھہرائی کیونکہ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو وہ دراصل اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

اسی طرح اللہ نے فرمایا:

﴿فلا تخشوا الناس واخشون﴾ (آل عمران:۱۷۵)

''پس تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو''۔

پھر خلیل اللہؑ اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

﴿وکیف أخاف ما اشرکتم ولا تخافون أنکم أشرکتم باللہ مالکم ینزل به علیکم سلطانا فاي الفریقین أحق بالأمن ان کنتم تعلمون . الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم أولئک لهم الأمن وهم مهتدون﴾ (الانعام:۸۱-۸۲)

''اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کیلئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی اور اطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔ حقیقت میں تو امن انہی لوگوں کے لئے ہے اور راہ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا''۔

صحیحین میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس سے صحابہؓ پر بہت سخت گزری اور وہ کہنے لگے: ہم میں سے کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے (اس کی تفسیر کرتے ہوئے) فرمایا: اس ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم لوگوں نے اس نیک انسان (لقمان) کی بات قرآن میں نہیں سنی: (ان الشرک لظلم عظیم) کہ ''شرک ظلم عظیم ہے''۔

اسی طرح اللہ نے حکم دیا ہے:

﴿وایای فارهبون﴾ (البقرہ:۴۰)

www.sirat-e-mustaqeem.com

''اور مجھ ہی سے تم ڈرو''۔

﴿وایای فاتقون﴾ (البقرہ:۴۱)

''اور میرے غضب سے بچو''۔

اسی باب میں یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصمھا فانہ لا یضر الا نفسہ ولن یضر اللہ شیئا﴾

''جو اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ بھلائی پا جائے گا۔ اور جو اللہ اور رسول کا نافرمان ہوگا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ کا کچھ نہ بگاڑ پائے گا''۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

ولا تقولوا ما شاء اللہ وشاء محمد . ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد.

''یہ نہ کہا کرو جو اللہ چاہے اور محمد چاہے۔ بلکہ کہا کرو جو اللہ چاہے اور پھر جو محمدؐ چاہے''۔

چنانچہ جہاں تک اطاعت کی بات ہے تو اس میں 'اللہ اور رسول کہا'۔ لیکن جہاں مشیئت کی بات آئی وہاں اللہ اور پھر رسولؐ۔ کیونکہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ لہٰذا جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ پھر اس طرح اللہ کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت بھی ہے مگر مشیئت کے معاملے میں ایسا نہیں۔ کیونکہ بندوں میں سے کسی کی مشیئت بھی اللہ کی مشیئت نہیں۔ نہ ہی اللہ کی مشیئت بندوں کی مشیئت کو مستلزم ہے۔ بلکہ جو اللہ چاہے گا سو ہوگا چاہے بندے نہ بھی چاہیں۔ اور جو بندے چاہیں گے وہ نہیں ہوگا اگر اللہ نہیں چاہتا۔

<u>اسلام کی دوسری بنیاد:</u> اسلام کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ بندہ اپنے اوپر رسول ﷺ کے حق کا اقرار کرے۔ رسولؐ کا حق یہ ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں، اس کی ہر ہر بات مانیں۔ اس کے پیروکار

www.sirat-e-mustaqeem.com

بنیں۔وہ کام کریں جس سے رسولؐ خوش ہو۔اس سے محبت کریں اور اس کے فیصلے اور قانون کے آگے سرِتسلیم خم کردیں۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿من یطع الرسول فقد أطاع اللہ﴾ (النساء:۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی''۔

﴿واللہ ورسولہ أحق أن یرضوہ﴾ (التوبۃ:۶۲)

''اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں''۔

﴿قل ان کان اباؤکم وأبناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم وأموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا أحب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یأتي اللہ بامرہ﴾ (التوبۃ:۲۴)

''اے نبی، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے''۔

پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما﴾

''نہیں، اے محمدؐ، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی

www.sirat-e-mustaqeem.com

تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کریں''۔ (النساء:٦٥)

﴿کل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ﴾ (آل عمران:٣١)

''اے نبی، لوگوں سے کہہ دو کہ ''اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرا اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا''۔

غرض ایسی آیات قرآن میں بے شمار ہیں۔

(ماخوذ از الرسالہ التدمیریہ..... تالیف امام ابن تیمیہؒ)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.com

فوائد

مشہور محدث اور امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی بغدادی (۲۰۲....۲۹۴ھ) نے اپنی کتاب قیام اللیل میں ایک عبرت انگیز قصہ نقل کیا ہے جس سے اس آیت کے فہم میں مدد ملتی ہے، اور سلف کے فہم قرآن اور تدبر قرآن پر روشنی پڑتی ہے۔

جلیل القدر تابعی اور عرب سردار احنف بن قیس ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے یہ آیت پڑھی:

لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ الانبیاء۔ع۔۱)

ترجمہ) ''ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں سمجھتے ہو''۔

وہ چونک پڑے اور کہا کہ ذرا قرآن مجید تو لانا اس میں میں اپنا تذکرہ تلاش کروں، اور دیکھوں کہ میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں، اور کن سے مجھے مشابہت ہے؟ انہوں نے قرآن مجید کھولا، کچھ لوگوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا جن کی تعریف یہ کی گئی تھی:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ o وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ o وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات۔ع۔۱)

ترجمہ) ''رات کے تھوڑے حصے میں سوتے تھے، اور اوقات سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے، اور ان کے مال میں مانگنے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا تھا''۔

کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

www.sirat-e-mustaqeem.com

يُنْفِقُوْنَ (السجدۃ۔ع۔۲)

ترجمہ) ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

کچھ اور لوگ نظر آئے جن کا حال یہ تھا:

يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَ قِيَامًا (الفرقان۔ع۔۶)

ترجمہ) ''اور جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز وادب) سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں''۔

اور کچھ لوگ نظر آئے جن کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران۔ع۔۱۴)

ترجمہ) ''جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، اور غصہ کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

اور کچھ لوگ ملے جن کی حالت یہ تھی:

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ قف وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر۔ع۔۱)

ترجمہ) ''(اور) دوسروں کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو، اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مُراد پانے والے ہوتے ہیں''۔

اور کچھ لوگوں کی زیارت ہوئی جن کے اخلاق یہ تھے:

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ

www.sirat-e-mustaqeem.com

(الشوریٰ۔ع۔۴)

ترجمہ) اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں، اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں''۔

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (الشوریٰ۔ع۔۴)

ترجمہ) ''اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، اور اپنے کام آپس کے مشورہ سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں''

وہ یہاں پہنچ کر ٹھٹک گئے اور کہا اے اللہ میں اپنے حال سے واقف ہوں، میں تو ان لوگوں میں نظر نہیں آتا!

پھر انہوں نے ایک دوسرا راستہ لیا، اب ان کو کچھ لوگ نظر آئے، جن کا حال یہ تھا:

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ o وَيَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَتَارِكُوْا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (سورہ صافات۔ع۔۲)

ترجمہ) ''ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے، اور کہتے تھے، بھلا ہم ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟

پھر ان لوگوں کا سامنا ہوا جن کی حالت یہ تھی:

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ج وَاِذَا الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (الزمر۔ع۔۵)

ترجمہ) ''اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منقبض

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوجاتے ہیں، اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے چہرے کھل اُٹھتے ہیں''۔

کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزر ہوا جن سے جب پوچھا گیا:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ○ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنَ (المدثر۔ع۔۲)

ترجمہ) ''کہ تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ فقیروں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم جھوٹ سچ باتیں بنانے والوں کے ساتھ باتیں بنایا کرتے تھے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس یقینی چیز سے سابقہ پیش آ گیا''۔

یہاں پہنچ کر وہ تھوڑی دیر کے لئے دم بخود کھڑے رہے پھر کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا، اے اللہ! ان لوگوں سے تیری پناہ! میں ان لوگوں سے بری ہوں۔

اب وہ قرآن مجید کے ورقوں کو اُلٹ رہے تھے، اور اپنا تذکرہ تلاش کر رہے تھے، یہاں تک کہ اس آیت پر جا کر ٹھہرے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ۔ع۔۱۳)

ترجمہ) ''اور کچھ اور لوگ ہیں جن کو اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار ہے، انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ اللہ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اس موقع پر اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا، ہاں ہاں! یہ بے شک میرا حال ہے۔

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.com

﴿آئیے اپنا فرض سمجھیں﴾

اردو استفادہ از: امام احمد بن رجب الحنبلی

دنیا میں یوں رہو گویا پردیس ہے........

یا گویا تم یہاں راہ رو مسافر ہو"

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : أخذ رسول اللہ ﷺ بمنکبي فقال :
کن فی الدنیا کأنک غریب ، أو عابر ، و کان ابن عمر رضی اللہ عنہما یقول : اذا
أمسیت فلا تنظر الصباح و اذا أصبحت فلا تنظر المساء و خذ من صحتک
لمرضک و من حیاتک لموتک (رواہ البخاری)

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کندھے سے پکڑا اور فرمایا: "دنیا میں یوں رہو گویا پردیس میں ہو یا گویا تم بس ایک راہگیر ہو"۔ عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے: "کوئی شام مل جائے تو صبح کا انتظار مت کرو اور صبح مل جائے تو شام کی آس مت رکھو۔ صحت میں بیماری کا بندوبست کرلو اور زندگی میں موت کا"۔ (صحیح بخاری)

یہ حدیث امام بخاری نے علی بن المدینی سے روایت کی ہے۔

ترمذی نے یہی حدیث لیث سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے (و عد نفسک من اھل القبور) کہ "اپنے آپ کو قبر میں پڑا ہوا دیکھو"۔ اور اس روایت میں عبداللہ بن عمرؓ کے الفاظ میں یہ اضافہ آتا ہے۔ (فانک لاتدری یا عبداللہ ما اسمک غداً) "کیونکہ تم نہیں جانتے اے عبداللہ کل تمہیں کس نام سے پکارا جائے گا"۔ ابن ماجہ نے یہی روایت بیان کی ہے مگر اس میں عبداللہ بن عمرؓ کے الفاظ نقل نہیں کیئے۔ امام احمد اور نسائی نے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اوزاعی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکڑا اور فرمایا: ''اللہ کی عبادت یوں کرو گویا تم اس کو دیکھتے ہو۔ اور دنیا میں یوں رہو گویا پردیس میں رہتے ہو یا بس گویا راہگیر ہو''۔

یہ حدیث آرزوہائے دنیا کو مختصر کر دینے کے لئے شریعت کی بنیاد ہے۔ مومن کا کیا کام کہ وہ دنیا کو اپنا وطن بنالے اور اسی کو اپنا ٹھکانہ سمجھ لے اور پھر اس میں دل لگا کر رہنے لگے۔ وہ تو اس دُنیا میں یوں رہے گا گویا عازم سفر ہے اور کوچ کر جانے کے لئے ہر دم تیار۔ انبیاء نے اور ان کے نیک پیرکاروں نے جو وصیتیں کی ہیں ان سب کا یہی خلاصہ ہے۔

مومن آل فرعون کی یہ بات اللہ نے قرآن میں ذکر فرمائی:

انما هذه الدنيا متاع وان الآخرة هي دارالقرار (المؤمن:۳۹)

''یہ حیات دنیا ایک متاع فانی ہے (یقین مانو کہ قرار) اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے''۔

نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''میرا دنیا سے کیا کام! میری اور دنیا کی مثال تو بس ایسی ہے کہ جیسے کوئی سوار اپنی سواری سے اتر کر کسی پیڑ کی چھاؤں میں گھڑی دو گھڑی آرام کرے پھر اُٹھے اور چل دے''۔

مسیح علیہ السلام کی اپنے پیروکاروں کو نصیحت تھی: ''یہ عبور کرنے کی ہے۔ دل لگا لینے کی نہیں''۔

مسیح علیہ السلام ہی سے یہ قول بھی آتا ہے: ''کون ہے جو سمندر کی کسی موج پر گھر بنالے؟ یہ دنیا بھی ویسی ہے۔ اس کو ٹھہرنے کی جگہ کبھی مت سمجھنا''۔

ایک آدمی ابوذر رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا اور گھر میں چاروں طرف نظر دوڑائی تو ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا: آپ لوگوں کا سامان کہاں ہے؟ ابوذرؓ کہنے لگے: ہم نے دراصل ایک دوسرا گھر

www.sirat-e-mustaqeem.com

لے لیا ہے اور کچھ ہی دیر میں وہاں منتقل ہو رہے ہیں۔ آدمی نے پھر کہا: مگر جب تک آپ یہاں ہیں آپ کا سامان یہاں ہونا چاہئے۔ ابوذرؓ فرمانے لگے: مالک مکان معلوم نہیں کب یہاں سے ہمیں نکال دے۔

کسی نیک انسان کے ہاں کچھ لوگوں کا جانا ہوا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی کچھ نظر نہ آیا۔ صاحب خانہ سے کہنے لگے۔ لگتا ہے آپ لوگ یہاں سے منتقل ہو رہے ہیں۔ فرمایا منتقل کہاں ہوں گا نکالا جاؤں گا۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے:

''دنیا جا رہی ہے، آخرت آ رہی ہے۔ کچھ لوگوں کو دنیا کا چاؤ ہے اور کچھ کو آخرت کا۔ دیکھو ان میں رہو جو آخرت کا چاؤ کرتے ہیں اور ان میں مت رہنا جو دنیا کا چاؤ کئے جا رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ آج عمل ہی عمل ہے حساب نہیں۔ کل حساب ہی حساب ہے اور عمل کی کوئی گنجائش نہیں''۔

کسی دانا کا قول ہے: ''مجھے تو اس شخص تعجب ہے کہ جس سے دنیا رخصت ہو رہی ہے اور آخرت اس کے پاس آ رہی ہے مگر وہ ہے جانے والی کی خاطر میں لگا ہے اور آنے والی سے روگرداں رہنے پر ہی مصر ہے''۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے کسی خطبے میں فرمایا تھا:

''خبردار یہ دنیا اس قابل نہیں بنائی گئی کہ تم اس میں دل لگا کر رہو۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یہ فنا ہو کر رہے گی۔ اس میں جو رہ رہے ہیں اللہ نے لکھ دیا ہے وہ یہاں سے کوچ کر کے رہیں گے۔ کتنے ہی سجے سجائے گھر ہیں جو کچھ ہی دیر بعد ویران ہو جانے والے ہیں۔ ان گھروں میں کتنے ہی ایسے رہنے والے ہیں جن پر دنیا اب رشک کرتی ہے مگر عنقریب وہ ان گھروں میں نظر تک نہ آئیں گے۔ دیکھو جب تمہیں جانا ہے تو کیوں نہ اس سفر کو ایک اچھا اور خوشگوار سفر بنا لو۔ یہاں جو کچھ میسر ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس سفر کیلئے ساتھ اُٹھالو۔سواری کا بندوبست کرلو۔زادراہ لے لواور دیکھواس سفر میں بہترین زادراہ تقویٰ ہے''۔

جب یہ دنیا ایک مومن کے بس رہنے کی جگہ نہیں تو ایک مومن کو ان دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا چاہئے۔یا تو وہ ایسے رہے جیسے آدمی پردیس میں رہتا ہے۔کسی اجنبی ملک میں عزیز رشتہ داروں سے دور جہاں وہ کچھ کمانے گیا ہے اور واپسی کے دن گن رہا ہے۔یا پھر سرے سے ہو ہی ایک راہگیر جو کچھ دیر کیلئے کسی جگہ پر مقیم نہیں ہوتا بلکہ وہ دن رات کہیں پڑاؤ کرتا ہے تو اپنے اصل وطن کو واپس جانے کیلئے۔چنانچہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن عمر کو جو وصیت کی تو وہ یہی کہ دو حالتوں میں سے کوئی ایک حالت اختیار کرلیں۔پردیسی یا پھر راہگیر۔

پہلی حالت یہ ہے کہ آدمی دنیا کو پردیس سمجھے جہاں اس کی اقامت تو ہے مگر اس کا اپنا شہر نہیں۔اسے اس شہر کو چھوڑنا ہے۔سو وہاں دل لگانے کا کیا فائدہ۔اس کا دل 'پردیس' میں رہتے ہوئے بھی 'دیس' میں رہتا ہے۔اس آدمی کی حالت یہ ہے کہ کہیں پردیس میں رکنا پڑ گیا ہے۔سواری میں کوئی خلل آ گیا ہے جس کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔یا سامان جمع کرنے کی ضرورت ہے یا کوئی اور مہم جس کے ختم ہوتے ہی اسے وطن واپس چلے جانا ہے۔

فضیل بن عیاض کہتے ہیں:''مومن دنیا میں غمگین اور پریشان رہتا ہے۔اس کی ساری سوچ اس بات میں ہوتی ہے کہ وہ یہاں زیادہ سے زیادہ سامان اکٹھا کرلے اور لدا پھندا وطن جائے۔جو آدمی دُنیا میں یوں رہتا ہو اس پر ایک ہی فکر سوار ہوگی اور وہ یہ کہ وہ یہاں سے ہر ایسی چیز جمع کرلے جو اس کے وطن میں بیش قیمت سمجھی جائے گی اور جس کے بل پر وہ اپنے گھر میں ٹھاٹھ کرے گا۔اُس بات سے کیا غرض کہ وہ پردیس میں لوگوں سے چودھراہٹ پرا لجھے یا اسے وہاں پر کم درجہ ملے تو وہ اسی پر پریشان ہو کر بیٹھ رہے''۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

حسن بصری فرماتے ہیں: ''مومن کیلئے دُنیا پردیس ہے۔ یہاں اسے کم درجہ ملے تو اسے اس پر ہائے دہائی کی کیا ضرورت۔ یہاں بلند درجہ پانے کیلئے دُنیا والوں کے ساتھ دوڑ لگانے کی اسے کیا حاجت۔ لوگ یہاں کسی اور فکر میں رہتے ہیں اور یہ کسی اور فکر میں''۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی اور ان کی جورو کو جنت میں بسایا۔ پھر ان دونوں کو وہاں سے اتار دیا اور وعدہ کیا کہ وہ ان کو اور ان کی نیک اولاد کو واپس یہیں لا بسائے گا۔ سو وہ جو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں وہ سارا شوق اپنے اسی وطن کیلئے رکھتے ہیں۔ وطن سے محبت (اس معنی میں) واقعی ایمان ہے

عطاء السلمی دعاء کرتے ہوئے کہا کرتے تھے:

''الٰہی دنیا میں میری پردیس کی حالت پر رحم فرما۔ قبر میں میری تنہائی کی حالت پر ترس فرمانا۔ اور کل جب میں تیرے سامنے کھڑا ہوں گا میری اس بے مددگاری کی حالت پر مہربانی فرمانا''۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

''میری مثال اور تمہاری مثال اور دنیا کی مثال بس ایسی ہے جیسے کچھ لق ودق صحرا سے گزر رہے ہوں یہاں تک کہ ان کو یہ تک اندازہ نہیں رہتا کہ جو راستہ وہ طے کر چکے وہ زیادہ ہے یا وہ جو ابھی پڑا ہے۔ کھانے پینے کا سب سامان ختم ہو جاتا ہے اور سواری تک پاس نہیں رہتی۔ اب وہ دشت میں بے سروسامان بیٹھے ہیں اور ان کو اپنا ہلاک ہونا یقینی نظر آتا ہے۔ نوبت جب یہاں پہنچ جاتی ہے تو ان کے پاس آدمی آتا ہے جس کے سر کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ یہ کہنے لگتے ہیں۔ ضرور یہ ابھی ابھی کسی ڈیرے سے آیا ہے اور یہ آیا بھی کہیں قریب سے ہے۔ آدمی جب ان کے پاس آ پہنچتا ہے تو ان سے پوچھتا ہے کہ کیا ماجرا ہے؟ وہ کہتے ہیں سب تمہارے سامنے ہے۔ تب وہ کہتا ہے کیا خیال ہے اگر میں تم کو بہتے پانی اور سرسبز وشاداب جگہ تک لے چلوں تو تم مجھے کیا کر کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

دو گے؟ وہ سب کہتے ہیں: جو تم کہو وہ کریں گے اور تمہاری ہرگز کوئی بات نہ ٹالیں گے۔ وہ کہتا ہے میرے ساتھ پختہ عہد اور اللہ کے نام کا میثاق کرو۔ تب وہ آدمی انہیں پانی اور سبزے تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ کچھ دیر تک ان کو وہاں رہنے دیتا ہے پھر انہیں کہتا ہے: اٹھو اب آگے چلنا ہے۔ وہ پوچھنے لگتے ہیں: اب کہاں چلنا ہے؟ وہ کہتا ہے وہاں جہاں ایسے زبردست چشمے ہیں جو یہاں نہیں۔ اور جہاں ایسی سرسبزی وشادابی ہے جو یہاں کہیں نہیں۔ تب ان میں کی اکثریت بول اٹھتی ہے: ارے بھائی ہمیں تو یہی بڑی مشکل سے ملا ہے اور اس کو پانے کی ہمیں تو امید نہیں تھی۔ اس سے بہتر جگہ پا کر ہم کیا کریں گے!؟ مگر ان میں سے تھوڑے سے لوگ کہنے لگتے ہیں! کیا تم نے اس شخص کے ساتھ پختہ عہد اور اللہ کے نام کے میثاق نہیں کئے تھے کہ تم اس کی کہی بات ہرگز مت ٹالو گے۔ پھر اس نے جو پہلی بات تمہیں بتائی وہ سچ ثابت بھی ہوئی ہے۔ واللہ یہ اپنی دوسری بات میں بھی ضرور سچا ہوگا''۔ آپ فرماتے ہیں: ''تب وہ آدمی ان تھوڑوں کو لے کر وہاں سے چل دیتا ہے اور باقی سب وہیں پڑے رہتے ہیں، تب دشمن ان پر اچانک حملہ آور ہوتا ہے۔ کچھ پکڑے جاتے ہیں اور کچھ مارے جاتے ہیں''۔

یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے۔ امام احمد نے بھی اس کو مختصر الفاظ میں علی بن زید بن جدعان عن یوسف بن مھران، عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی امت کی آپ ﷺ کے ساتھ جو حالت ہے اس پر غایت درجہ مطابقت رکھتی ہے۔ یعنی جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تو عرب دنیا کی ذلیل ترین اور کمترین قوم تھے۔ دنیا اور آخرت ہر معاملے میں دنیا سے پیچھے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو نجات کی راہ دکھائی اور لوگوں نے آپ ﷺ کی صداقت کے دلائل اپنی آنکھوں سے دیکھے جیسا کہ حدیث میں بیان کی گئی مثال میں لوگوں نے جبکہ ان کا زادراہ اور ساز وسامان ختم ہو چکا تھا اس آدمی کی بات سچ پائی جس کے بالوں

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے پانی ٹپک رہا تھا اور جس نے ان کو اپنی اور سرسبز جگہ کی نشان دہی کر کے دی تھی تب انہوں نے اس کے حلیہ اور اس کے چہرے مہرے کو دیکھ کر اس کے سچا ہونے کا اندازہ لگایا تھا۔ اس طرح عربوں نے آپ کی نبوت کی سچائی بھانپ کر آپ ﷺ کی اتباع اختیار کی اور فارس اور روم کے ملک اور خزانوں کے مالک بن گئے۔ مگر آپ نے اس اقتدار اور ان خزانوں سے دھوکہ کھا جانے کی ممانعت فرمائی تھی اور یہ بھی نصیحت فرمائی تھی کہ وہ اس میں دل نہ لگا لیں بلکہ دنیا کہ اس اقتدار اور اس سب شان وشوکت کو بس ایک گزرگاہ جانیں اور اس سے جتنا ہو سکے آخرت کا سامان لیں اور اپنی تمام تر محنت اور جدوجہد کے ساتھ بس آخرت ہی کے طلب گار رہوں۔ سب نے آپ کا پہلا وعدہ سچا پایا۔ دنیا مفتوح ہوگئی اور خزانوں کی بارش ہونے لگی تو اکثر لوگ اس کو جمع کرنے کے درپے ہوئے اور اسی دنیا کی دوڑ میں ایک دوسرے کو مات دینے کی سوچنے لگے۔ اس میں دل لگا کر رہنے کی سوچی اور اسی کی شہوات اور خواہشات میں لوٹنے لگے۔ جس اگلی منزل کی آپ نے نشان دہی کر کے دی تھی یعنی آخرت اس کیلئے آستینیں چڑھا کر تیاری کرنے سے اکثر لوگ غفلت میں پڑ گئے۔ مگر کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کی یہ وصیت یاد رکھی کہ اس سب شان وشوکت اور دولت واقتدار کو اصل منزل کیلئے بس ایک گزرگاہ سمجھیں اور پوری محنت اور جدوجہد بس آخرت کے لئے کرتے رہیں۔ سو تھوڑے لوگوں کا یہ گروہ نجات پا گیا اور دنیا میں یوں چلا گیا کہ آخرت میں اپنے نبی کا ساتھ پانے میں کامیاب ہوگیا۔ کیونکہ اس نے اپنے نبی کی وصیت اپنی نگاہوں سے پرے نہ ہونے دی اور آپ کی نصیحت پر حرف بحرف عمل کرتا رہا۔ رہی اکثریت تو وہ دنیا کے نشے میں محو ہوگئی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دنیا کو پالینے کی فکر نے ان کو آخرت بھلا دی۔ تب موت آتی گئی اور ان میں سے ایک ایک کو اٹھاتی گئی۔ ’کچھ پکڑے گئے اور کچھ سرے سے مارے گئے‘!

یحیٰ ابن معاذ رازی نے کیا ہی اچھا کہا: ’’دنیا جام شیطان کی مے ہے۔ جو اس کے نشے

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں مخمور ہوا اسے جوش تبھی آیا جب وہ موت کی حوالات میں جا پہنچا اور وہاں ندامت سے اپنے جیسے اور بہت سوں کو دیکھا کے پیچھے سب کچھ اجاڑ آئے ہیں''۔

مومن کے لئے دنیا میں رہنے کی دوسری حالت یہ ہے کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو ایک مسلسل سفر کی حالت میں سمجھے۔ وہ اپنے آپ کو پڑاؤ کرنے کی اجازت تو دے مگر اقامت کی نہیں ۔یقین رکھے کہ وہ اپنے سفر کی ایک کے بعد ایک منزل طے کئے جا رہا ہے اور موت اس سفر کی آخری منزل ہے۔ جس آدمی کا یہ حال ہوگا اس کی ساری توجہ سفر پر ہوگی۔ جو اٹھائے گا سفر کیلئے اٹھائے گا ۔دنیا کا ایسا سامان جو ساتھ اٹھایا نہ جا سکے اس کی توجہ لے ہی نہ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بعض خاص اصحاب کو وصیت کی تھی کہ دنیا میں ان کا سامان زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ ایک ہی بار اونٹ پر لدنے میں آجائے۔

محمد بن واسعؒ سے پوچھا گیا: کیا احوال ہیں؟ فرمایا: وہ آدمی کیسا ہونا چاہئے جو اپنے سفر آخرت کا روز ایک مرحلے میں طے کرتا ہے''!

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''یوں سمجھو تم بس کچھ دنوں کا مجموعہ ہو اس میں سے جب کوئی دن چلا جاتا ہے تو تمہارے وجود کا ایک حصہ جھڑ جاتا ہے۔ ادھر دن پورے ہوئے اُدھر تم نگاہوں سے غائب، پھر نظر تک نہ آؤ گے''۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''آدم کے بچے تم دو سواریوں پر چلے جا رہے ہو۔ ایک سواری تم کو اتارتی ہے اور دوسری اٹھا لیتی ہے۔ دن ختم ہوتا ہے کہ رات آجاتی ہے۔ دونوں تم کو باری باری اُٹھاتے ہیں اور بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ ایک سے اترتے ہو دوسری پر چڑھتے ہو۔ مزے مزے کی یہ سواری جانتے ہو تم کو کہاں لے کر جائے گی؟ یہ تم کو موت کے منہ میں دے کر آئے گی موت کے منہ میں دے کر آئے گی۔ آدم کے بچے تم سے بڑھ کر خطرات میں بھلا کون ہو سکتا ہے''؟!

www.sirat-e-mustaqeem.com

حسن بصریؒ یہ بھی فرماتے ہیں: ''موت کا پتہ تمہارے ماتھے پر لکھ دیا گیا ہے۔اور یہ ڈاک ،زمانے کی رفتار سے منزل کی طرف بھاگی چلی جارہی ہے''۔

داؤد طائی کہتے ہیں: یہ رات اور دن اس سفر کی منزلیں ہیں جسے لوگ ایک ایک منزل کر کے اور اپنے آپ کو کھینچ کھینچ کر طے کرتے ہیں۔کچھ پتہ نہیں کس کی کب آخری منزل آجائے۔پس اگر تم کرسکو تو ہر مرحلے سے آگے کیلئے کچھ اٹھالو۔ایسا نہ ہو کہ سرے پہنچو تو پاس کچھ بھی نہ ہو۔معاملہ بہت جلدی کا ہے کیا معلوم کب منزل آپہنچے۔سفر کا سامان ہر دم پورا تیار رکھو۔جتنا ہو سکے اٹھالو اور جتنا زور لگ سکے لگالو اور یاد رکھو منزل جب بھی آئے گی اچانک ہی آئے گی''۔

سلف میں سے کسی بزرگ نے اپنے کسی بھائی کو لکھا:

''برادر عزیز! تمہیں لگتا ہے کہ تم یہاں ٹھہرے ہوئے ہو۔نہیں، تم بھاگے جارہے ہو۔کبھی ایک لمحہ بھی نہیں رکے۔تمہیں کھینچ کر لے جایا جارہا ہے۔موت تمہاری طرف کو بڑھ رہی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے سمٹ رہی ہے۔جو گزر گئی وہ واپس آنے سے رہی اور جو آئے گی وہ ویسے ہی گزر جائے گی جیسے پہلی گزری۔اور وہ دن آنے ہی والا ہے جب سودا ہاتھ سے جاکے رہے گا''۔

کس دانا کا قول ہے: ''دنیا میں ایسے شخص کی کیا خوشی جس کی زندگی میں جوں جوں دن گزرتا ہے ماہ گھٹتا ہے۔جوں جوں ماہ گزرتا ہے سال گھٹتا ہے۔جوں جوں سال گزرتا ہے توں توں عمر گھٹتی ہے۔وقت بڑھنے سے رکتا ہے اور نہ عمر گھٹنے سے۔دنیا میں ایسے آدمیوں کی کیا خوشی جس کی عمر اسے کھینچ کر اجل کے پاس لے جارہی ہے اور جس کی زندگی اسے موت کے منہ میں دے آنے کو بھاگ رہی ہے''۔

فضیل بن عیاض نے ایک شخص سے پوچھا: دنیا میں تم پر کے سال گزرے؟ کہا: ساٹھ سال ۔فرمایا: اچھا تو تم ساٹھ سال سے اللہ کے ہاں پہنچنے کو بھاگ رہے ہو۔پس اب عنقریب پہنچ جاؤ گے

www.sirat-e-mustaqeem.com

۔آدمی نے جواباً کہا: ہم ہیں ہی اللہ کے اور ہمیں اسی کے پاس لوٹ رہنا ہے‘‘(انا للہ و انا الیہ راجعون)فرمایا:تم انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ رہے ہو جانتے ہو اس کی تفسیر کیا ہے؟ جو یہ جان گیا کہ وہ اللہ کی چیز ہے اور اللہ کی بندگی کرنے کو یہاں ہے اور کچھ دیر تک اس کو اللہ کے پاس لوٹ رہنا ہے اسے یاد رہنا چاہئے کہ ایک لمحہ ایسا آئے گا جب وہ اللہ کے پاس تنہا کھڑا ہوگا۔جو یہ جانتا ہے کہ اسے اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ وہاں اس سے جواب پرسی ہوگی۔ جسے معلوم ہے کہ اس سے جواب پرسی ہوگی اسے جواب تیار رکھنا چاہئے۔آدمی نے عرض کی: تو پھر کوئی چارہ ہے ؟فرمایا: بہت آسان ۔پوچھا کیا ہے؟ فرمایا جو رہ گئی ہے اس میں نیکی کرنے لگ جاؤ، جو گزر گئی اس کی بھی ساتھ بخشش ہو جائے گی۔ہاں اگر تم جو رہ گئی ہے اس کو بھی برائیاں کر کے گزار دیتے تو تم دونوں کے جواب دینے میں پکڑے جاؤ گے۔جو رہ گئی پھر وہ بھی بری اور جو گزر گئی پھر وہ بھی مصیبت‘‘۔

کسی دانا کا قول ہے:’’ماہ وسال کے سوار کو چلنے کی ضرورت نہیں اس کی سواری خود چلتی ہے اور اس کی منزل آپ سے آپ آتی ہے‘‘۔

کسی کا یہ بھی قول ہے:’’دن ورات کی مسافت عجیب مسافت ہے۔اس کی غایت موت ہے۔یہ ایک ایسا سفر ہے جس میں آدمی چاہے بیٹھا رہے فاصلے خود بھاگتے ہیں اور منزلیں خود ہی سر ہوتی ہیں‘‘۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں:’’دن اور رات برابر بھاگ رہے ہیں۔عمر گھٹاتے جا رہے ہیں اور اجل کو قریب لاتے جا رہے ہیں۔تم کہاں کی امید رکھ بیٹھے ہو۔اس دن رات کی دوڑ نے نوحؑ کی عمر کھائی۔عاد اور ثمود کو قصہٗ پارینہ کیا۔اس کے بعد نہ معلوم اس نے کتنے زمانے دیکھے۔آخر سب کے سب پروردگار کے پہنچ کر رہے اور اپنے اعمال کے حوض میں غوطہ زن ہو کر رہے۔لوگ مرمر

www.sirat-e-mustaqeem.com

کر جاتے رہے۔قومیں گزرتی رہیں پر اس 'دن رات' کا کچھ بھی نہ بگڑا۔ یہ جیسے تھے ویسے ہیں۔ یہ اب بھی ان کو نگل جانے کے لئے ویسے ہی تیار ہیں جو ابھی یہاں بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو ابھی یہاں آئیں گے۔ جہاں پہلے گئے وہیں یہ جائیں گے''۔

امام اوزاعی نے اپنے کسی بھائی کو لکھا تھا:

''امابعد۔ ہوشیار رہو تم چاروں طرف سے گھیر لئے گئے ہو۔ نیا دن چڑھنے کے ساتھ اور ہر نئی رات پڑنے کے ساتھ تم اپنے انجام سے قریب کر دیئے جاتے ہو۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اس کے سامنے کھڑے ہونے سے خائف رہو۔ اور ہاں دنیا سے رخصت ہوتے وقت تمہارا آخری لمحہ وہ ہونا چاہئے جو اللہ کے ساتھ گزرا ہو''۔

امام ابن رجب الحنبلی

اردو استفادہ: حامد محمود

www.sirat-e-mustaqeem.com

توحید کا تارک کافر ہے

(آخری قسط) شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے تو اس باب میں شدید ترین فتاوی انہی کے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مصحف (قرآن) یا مسجد کا نام ذرا بگاڑ کر بولے تو فقہاء احناف ایسے شخص کو بھی کافر قرار دیتے ہیں، جو شخص عمداً بغیر وضو نماز پڑھے، اس کا بھی ان کے ہاں یہی حکم ہے۔ النھر الفایق میں لکھا ہے:

شیخ قاسمؒ دار البحار کی شرح میں فرماتے ہیں:

''بیشتر عوام نیک لوگوں کی قبروں پر جا کر جو نذر مان کر آتے ہیں مثلاً اے سرکار اگر میں اپنی گمشدہ چیز پالوں، یا میرا عزیز مرض سے شفایاب ہوا تو اتنا سونا یا اتنی چاندی تمہاری نذر کروں گا یا اتنے چراغ جلاؤں گا یا اتنا تیل تمہاری نذر کروں گا تو یہ بات متعدد شرعی دلائل کی بنا پر قطعی باطل ہے''.....

.....پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

''اسی طرح اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی مردہ ہستی کائنات کے کسی معاملے میں تصرف کا اختیار رکھتی ہے تو یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے''.....

کا صفحہ 24

جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو اس مسئلے پر ان کے فتاویٰ بے شمار ہیں.....

قاضی عیاض نے کتاب الشفاء کے آخر میں ان اقوال کا کچھ تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ قاضی

www.sirat-e-mustaqeem.com

عیاض رقمطراز ہیں:

''جو شخص از راہ تعظیم غیر اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کفر کا مرتکب ہوتا ہے''۔

اور جہاں تک شافعیہ کا تعلق ہے تو روضۃ الافکار میں آتا ہے:

''جو کوئی مسلمان اگر نبی کے نام پر جانور ذبیحہ دے تو کفر کا مرتکب ہوتا ہے''۔ مزید لکھا ہے:

''جو شخص ابن عربی کے گروہ کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے''۔

امام ابن حجرؒ شرح اربعین میں عبداللہ بن عباس والی حدیث (**اذا سالت فاسأل اللہ**

''جب مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو'') کی شرح میں فرماتے ہیں: ''غیر اللہ کو پکارنے والا کافر ہے''۔ علاوہ ازیں امام ابن حجرؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تصنیف کر رکھی ہے جس کا عنوان ہی یہ رکھا ہے: **اعلام بقواطع الاسلام** ''یعنی وہ امور جو انسان کو مسلمان نہیں رہنے دیتے'' کتاب میں جا بجا امام صاحب ایسے اقوال اور افعال کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں کہ ان کے ارتکاب سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور متعین کر کے اس کی تکفیر ہو سکتی ہے

.....

کا صفحہ 26,25)

چنانچہ یہ ساری بحث ان دو مسئلوں میں سمٹتی ہے:

<u>پہلا مسئلہ:</u>

سوال یہ ہے کہ یہ سب امور جن کا ارتکاب عوام کی کثیر تعداد اولیاء وصالحین کی قبروں اور درگاہوں پر کر کے آتی ہے بلکہ بہت سے زندوں، مردوں حتی کہ جنات سے مشکل کشائی اور فریاد رسی کرائی جاتی ہے اور ان کے نام کی باقاعدہ نذر و نیاز دی جاتی ہے..... کیا یہ کام شرک اکبر ہیں جو کہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

قوم نوحؑ میں بھی رائج رہے اور بعد کی اقوام میں بھی اور حتی کہ جس شرک کا سامنا قریش کے زمانے میں کا تم المرسلین کو بھی کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ اس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے رسول مبعوث فرمائے، کتابیں نازل کہ وہ ان افعال کا انکار کریں اور ان کو کافر قرار دے کر.....اگر وہ اسی پر بضد رہیں.....تو ان سے قتال کریں تا آنکہ دین سب کا سب اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہو جائے .....چنانچہ یہ وہ شرک ہے یا یہ شرک کی دوسری قسم ہے جسے شرک اصغر کہا جاتا ہے۔یعنی کیا ان لوگوں کا شرک شرک اصغر ہے جبکہ پہلو قوموں کا شرک اور طرح کا تھا اور شرک اکبر کہلاتا تھا؟

اس سوال کا جواب کچھ بھی مشکل نہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کسی کے لئے آسان کر دے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ آج کے مشرکین کا دفاع کرنے والے علماء بھی اس کو مانتے تو شرک اکبر ہی ہیں، یہ الگ بات کہ انہیں اس سے روکتے بھی نہیں۔سوائے یہ کہ کوئی شخص ان کے خیال میں مسیلمہ کذاب ایسی حرکت ہی کا مرتکب ہو جائے.....سو یہ حضرات یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہے تو شرک اکبر، مگر ان کا عذر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کو دعوت نہیں پہنچی۔پھر کبھی اس کو شرک اصغر کہنے لگتے ہیں اور یہ شرک اصغر کا فتویٰ امام ابن قیمؒ کی کتاب مدارج السالکین سے منسوب کرتے ہیں (حالانکہ اس سلسلہ میں امام ابن قیمؒ کے اقوال ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں اور یہ بھی واضح کر آئے ہیں کہ امام ابن قیمؒ کی طرف اس قول کی نسبت درست نہیں) اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ ان کی معذوری پر تو کوئی بات کہنے سے احتراز کرتے ہیں مگر عمومی طور پر ان کی خوبیاں بیان کرنے لگتے ہیں اور یہ قرآن کی رو سے خیر امت ہیں اور کبھی بطور علماء وفضلاء خود اپنا بلند وعالی مرتبہ جتانے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان سب مسائل کا فیصلہ کرنا ان کا کام ہے.....

.....(رسالہ کا صفحہ 26)

دوسرا مسئلہ:

www.sirat-e-mustaqeem.com

رہا یہ کہنا کہ یہ ہے تو شرک اکبر مگر اس کی بنیاد پر کسی کی تکفیر نہ ہوگی تا آنکہ وہ اسلام ہی سے پھر جائے۔ قرآن کو ماننے سے ویسے ہی انکار کر دے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی صاف صاف جھٹلائے۔ غرض اسلام کو باقاعدہ طور پر ترک کر کے یہودیت یا عیسائیت یا کوئی اور دین قبول کر لے .....آج بھی شرک کا معاندانہ دفاع کرنے والوں کی حجت کچھ ایسی ہی ہے.....

چنانچہ جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے تو اس کا بطلان بیان کرنے کیلئے کسی بڑی دلیل کی ضرورت نہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔

پہلی بات یہ کہ: ان کی یہ 'دلیل' جس کی رو سے کوئی آدمی جتنا مرضی شرک کرے، بتوں کو جیسے چاہے پوجے، کافر نہ ہوگا.....تا آنکہ وہ مذہب تبدیل کر کے اور اسلام کو باقاعدہ طور پر ترک کر کے کوئی دوسرا دین اور مذہب اختیار نہ کر لے اور تا آنکہ وہ سیدھا قرآن اور رسول ﷺ ہی کو نہ جھٹلانے لگے .....تب جا کر ہی وہ انسان ان کے فتوی کی رو سے کافر تصور ہوگا .....حالانکہ ان کی اس دلیل کی رو سے تو وہ ایسے ہی کافر تصور ہوگا چاہے وہ بتوں کو نہ بھی پوجے۔ آخر یہودی بھی تو بت نہیں پوجتے! سو وہ کافر ہوا بھی تو بت پوجنے کی وجہ سے تو نہ ہوا!!! چنانچہ ان کے خیال میں اسلام سے نسبت رکھنے والا ایک شخص چاہے شرک کا کھلا ارتکاب ہی کیوں نہ کر لے وہ اس وجہ سے کفر کا مرتکب نہ ہوگا کہ وہ زبان سے لا الـــہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے، نمازی ہے اور کچھ اور نیک کام کرتا ہے، کافر وہ تب ہوگا جب وہ باقاعدہ مذہب تبدیل کر کے کسی اور دین میں چلا جائے۔ گویا شرک کرنے یا بتوں کو پوجنے سے بہرحال اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بس اتنا ہی عیب گنا جائے گا، جتنا کسی کا بدصورت ہونا یا کسی کا اندھا یا لنگڑا لولہ پایا جانا! چنانچہ قاعدہ یہ ٹھہرے گا جو آدمی بھی اپنا مذہب اسلام بتائے بس وہ مسلمان ہے۔ ہاں اگر وہ خود اپنی زبان سے اپنا مذہب بھی کوئی اور بتائے تب وہ کافر ضرور ہوگا! یہ اتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ جواب دینے کے قابل نہیں۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسری بات : یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کس شدت کے ساتھ شرک سے روکتے ہیں، ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی کھلم کھلا خلاف ورزی پر آمادہ اور شرک اور بتوں کی پوجا کا مرتکب ہوتا ہے۔ یہ اتنا صاف اور سیدھا کفر ہے جس کی گواہی فطرت بھی دیتی ہے، عقل انسانی بھی اور علم شرعی بھی۔ ایک سادہ سے سادہ اور بے علم انسان سے بھی اگر آپ یہ پوچھیں کہ اللہ کا بھیجا ہوا رسول ﷺ اگر کسی شخص کو شرک اور بتوں کی پوجا سے صاف صاف اور بار بار روکے اور جانتے بوجھتے ہوئے وہ شخص وہی کام بار بار کرے جس سے رسول ﷺ اسے روک رہا ہو مگر ساتھ میں وہ شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے .....تو وہ سادہ اور کم علم انسان بھی جھٹ سے کہے گا کہ ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے نہ تو اسے دلائل کی بحث میں پڑنے کی ضرورت محسوس ہوگی، نہ کسی عالم سے فتویٰ پوچھنے کی اور نہ کسی گہری تحقیق کی۔ بلکہ اس کے لئے ادنی ترین فطری سمجھ بوجھ بھی اس کو کفایت کرے گی۔ مگر یہاں دیکھئے جہالت کا کیسا غلبہ ہے اور شریعت کا علم کس بری طرح ناپید ہوا ہے۔ پھر شرک والحاد کو عام کرنے والوں کا کیسا غلغلہ ہے کہ بعض ایسے مسلمان عوام بھی شبہات کا شکار ہوئے بغیر نہ رہے جو دراصل حق کے متلاشی ہیں۔ سو ان کے شبہات کی کثرت کی بنا پر اب یہ مسئلہ چھوٹا نہیں رہ گیا اور اسے کے تفصیلی دلائل کو ذہن میں رکھنے کی ضرورت پیدا ہوگئی ہے۔

چنانچہ وہ بہترین بنیاد جو اس اشکال کو دور کرنے اور مومن کے یقین میں اضافہ کرنے کا باعث بنتی ہے وہ رسول اللہ ﷺ، آپکے صحابہؓ اور ان کے بعد آئمہ وعلماء کو وہ عمل اور طریق کار جو اس معاملے میں انہوں نے روا رکھا۔ جبکہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت براءؓ کو ایک جھنڈا حوالے کر کے ایک آدمی کی طرف روانہ فرمایا جس نے باپ کی زوجہ سے نکاح کرلیا تھا کہ وہ اسے قتل کردیں اور اس کا مال ضبط۔ اس طرح غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ ہے.....جب یہ اطلاع آئی کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے تو آپ ﷺ نے ان سے قتال کا ارادہ فرمایا۔ اسی طرح

www.sirat-e-mustaqeem.com

حضرت ابوبکرؓ اور ان کے رفقاء نے مانعین زکوٰۃ سے قتال فرمایا۔ ان کے خاندانوں کو غلام، ان کے مال غنیمت اور خود ان کو مرتد قرار دیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے زمانے میں قدامہ ابن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں صحابہ کا اجماع ہوا کہ اگر یہ لوگ خواص کے لئے شراب کی حلت کے بارے میں اپنی رائے سے توبہ نہ کر لیتے جو انہوں نے درج ذیل مذکورہ قرآنی آیت سے غلط طور پر سمجھ لی تھی، تو وہ کافر قرار پاتے۔

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات . (المائدہ:۹۳)

''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرنے لگے، انہوں نے جو کچھ کھایا، پیا اس پر کوئی گرفت نہ ہوگی بشرطیکہ وہ پرہیزگار رہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور نیک اعمال کرتے رہیں''

اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور میں ایک مسجد کے نمازیوں کی تکفیر پر صحابہؓ کا اتفاق ہوا تھا کیونکہ انہوں نے مسیلمہ کذاب کا ذکر کرتے ہوئے اس کی نبوت کے بارے میں کوئی ایسا کلمہ بول دیا تھا، جس سے ان کی اس سے ہمدردی کا اظہار ہوتا تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا بھی تو یہ کہ ان کا تائب ہونا معتبر سمجھا جائے یا نہ۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو جو آپ کے بارے میں غلو کرنے لگے تھے، آگ میں جلا دیا تھا۔

اسی طرح تابعین نے اپنے زمانے کے باقی ماندہ صحابہ کے ساتھ مل کر مختار بن ابی عبید اور اس کے پیروکاروں کے کافر ہونے پر اجماع کیا تھا۔ حالانکہ بظاہر ابوعبید یہ بھی دعویٰ رکھتا تھا کہ وہ حضرت حسین اور اہل بیت کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ پھر اسی طرح تابعین اور بعد کے لوگوں نے جعد بن درہم کے قتل پر اجماع کیا تھا، حالانکہ وہ علم اور دینداری میں بظاہر بڑی شہرت کا مالک تھا۔

اسی طرح کے واقعات شمار سے باہر ہیں۔ پہلوں میں سے اور نہ بعد والوں میں سے کسی

www.sirat-e-mustaqeem.com

نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ نہ کہا کہ آپ بنوحنیفہ کے قبائل سے کیونکر جنگ کرتے ہیں، حالانکہ وہ تو کلمہ گو ہیں، لاالہ الااللہ کے اقراری ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی کو بھی قدامہ بن مظعون اور اس کے اصحاب کی تکفیر کے معاملے پر اشکال نہ ہوا، یہ الگ بات کہ انہوں نے توبہ اختیار کر لی تھی۔

یہاں تک کہ فاطمیوں کے دور تک آ جایئے۔ بنی عبید القداح کا اقتدار مراکش مصر اور شام تک تھا۔ اسلام کے بیشتر اعمال وہ بظاہر کرتے تھے، جمعہ جماعت ہوتی تھی، قاضی اور مفتی مقرر کئے جاتے تھے، مگر ان کے شرکیہ اقوال وافعال کے ہوتے ہوئے اہل علم اور اہل دین میں سے کسی کو ان کے خلاف قتال کے بارے میں اختلاف ہوا اور نہ توقف۔ یہ امام ابن جوزیؒ اور الموفقؒ کا دور تھا۔ چنانچہ ان سے مصر کی سلطنت چھن جانے پر امام ابن جوزیؒ نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا عنوان تھا۔ النصر علیٰ مصر..... آج تک کبھی سننے کو نہیں ملا کہ مقتدمین یا متاخرین میں سے کسی نے اس بات پر کوئی اعتراض یا حتی کہ کوئی اشکال ہی ظاہر کیا ہو کہ دولت فاطمیہ اسلام کی نام لیوا اور کلمہ گو تھی اور دیگر ارکان اسلام کا مظاہرہ کرتی تھی۔

یہ سب باتیں آج اسی زمانے میں سننے کو مل رہی ہیں کہ ہاں یہ تو صحیح ہے کہ ہے تو یہ شرک مگر جو اس ارتکاب کرے، اس کی ترویج کرے اور اس کے جنود میں شامل ہو، پھر الٹا توحید کی مذمت اور مخالفت پر کمر بستہ ہو، توحید کی ضد میں اہل توحید سے بھی دشمنی اور بیر رکھے..... ایسا شخص کفر کا مرتکب بہر حال نہ ہوگا کیونکہ کلمہ گو ہے اور ارکان اسلام ادا کرتا ہے! گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی چیز کا نام اسلام رکھا ہے۔

یہ بات آج ہی کے ملحدوں سے سننے کو ملتی ہے۔ ان لوگوں کو اہل علم کی کتب اور فتاوی سے کوئی ایک حرف بھی ایسا مل جائے جو ان کے تئیں ان کی تائید کرتا ہو تو یہ اسے بھی اپنے مذہب کی تائید

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں لے آنے کو دوڑتے ہیں۔ان کا ہاتھ کہیں پر پڑے تو ضرور کوئی دلیل لائیں مگر صورتحال تو یہ ہے ،جیسا کہ صاحب سبل السلام نے اپنے ایک شعر میں کہہ رکھا ہے۔

''اقوال بہت ہیں مگر کسی معتبر عالم یا امام سے ان کی نسبت بابت نہیں۔ریزگاری بہت ہے جمع کریں تو ایک دھیلے سے زیادہ نہیں نکلتی''۔

بات کا اختتام ہم بخاری کے اس اقتباس پر کرتے ہیں:

باب یتغیر الزمان حتی تعبد الاوثان ثم ذکر باسناد قولہ ﷺ : لا تقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ وذوالخلصۃ صنم لدوس یعبدونہ.

''اس بات کا بیان کہ زمانہ تبدیل ہوتا جائیگا تا آنکہ بت پوجے جانے لگیں گے.....پھر امام بخاریؒ اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث لاتے ہیں:

''قیامت نہ آئے گی جب تک قبیلہ دوس کی عورتیں کولہے مٹکا مٹکا کر ذوالخلصہ کے بت کا طواف نہ کرنے لگیں''ذوالخلصہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کا بت ہوا کرتا تھا جسے وہ پوجتے تھے''.....رسالہ کا صفحہ

31,30,29,28,27

رسالہ ختم ہوا

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.com

جس کا خلوت کا ساتھی قرآن ہو.....

اسمائے حسنیٰ!!

اردو استفادہ از: امام ابن القیم

صفات کا مسئلہ علم الکلام اور عقیدہ کی جدلیاتی کتب نے ایک خشک موضوع بنا دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 'اسماء وصفات' کا درجہ 'ربوبیت' اور 'الوہیت' کے بعد آتا ہے۔ مگر ایک لحاظ سے یہ سب سے پہلے ہے۔ اللہ کا صحیح تعارف ہی اس کو رب اور الہ ماننے کا سبب بنتا ہے۔ اس ہستی کی پہچان کا بہترین ذریعہ قرآن ہے جس میں ڈوبنا اور ڈوب کر پڑھنا دنیا کی پرلطف ترین نعمت ہے۔ حبیب بن عبداللہ البجلیؒ اور عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں:

''ہم ایمان سیکھتے، پھر قرآن سیکھتے، تو ہمارے ایمان میں اضافہ ہوتا''۔ (مختصر الصواعق المرسلہ)

قارئین! قرآن سے ایمان سمجھنے کے لئے آیئے امام ابن القیم کی ایک مجلس میں شرکت کریں!!

انسان پیدا ہوا تو اس کی فطرت میں ایک نور بھرا گیا۔ یہی زمین پر زندگی اور ہدایت کا اصل سبب ہے۔ اس نور کی امانت انسان کی فطرت کو سونپی گئی۔ مگر چونکہ یہ انسان کی درماندگی کا تنہا علاج نہ تھا، سو اسے جلا دینے کو آسمان سے ایک اور نور اور ایک روح انبیاء کے جلو میں اتری، جسے فطرت اپنے سابقہ نور کی مدد سے پالیتی رہی۔ تب نبوت کی ضوفشانی سے فطرت کی مشعلیں جل اٹھیں، فطرت کے نور پر وحی کا نور! نور علی نور!..... پھر کیا تھا!؟ دل روشن ہوئے۔ چہرے دمکنے لگے۔ پھر مردہ روحوں کو زیست کی تازگی ملی۔ جبیں نیاز میں تڑپتے سجدے حقیقت بندگی سے آشنا ہوئے

www.sirat-e-mustaqeem.com

۔آسمان کی روشنی سے دل خیرہ ہوئے تو پھر زمین کے قمقمے جلنے نہ پائے۔ایک بصیرت تھی کہ دل کی آنکھ چشم ظاہر سے آگے دیکھنے لگی۔یقین کا نور ایمان کے سب حقائق منکشف کرنے لگا۔پھر دل تھے گویا رحمٰن کے عرش کو پورے جہاں سے اوپر دیکھتے ہیں۔اس عرش کے اوپر ان کے رب نے استوا فرما رکھا ہے۔ہو بہو جیسے اس کی کتاب اور اس کے رسول نے خبر دی ہے۔وہ اس عرش عظیم کے اوپر سے اپنے رب کو آسمان وزمین میں فرماں روا پاتے ہیں۔جو وہیں سے حکم صادر فرماتا ہے۔مخلوق کو چلاتا ہے۔روکتا اور ٹوکتا ہے۔بے حد وحساب خلقت کو وجود دیئے جاتا ہے۔پھر ہر ایک کو کھلاتا اور رزق دیتا ہے۔مارتا اور جلاتا ہے۔فیصلے کرتا ہے جن کا کوئی حساب نہیں۔کوئی فیصلہ نہیں جو اس عرش کے اوپر سے صادر ہو پھر دنیا مین لاگو نہ ہونے پائے وہ کسی کو عزت وتمکنت دے۔تو کسی کو ذلت و رسوائی۔رات پلٹتا ہے تو دن الٹتا ہے۔گردش ایام بندوں کے دن بدلتا ہے۔تخت الٹتا ہے،سلطنتیں زیروزبر کرتا ہے ایک کو لاتا ہے تو دوسرے کو گراتا ہے۔فرشتے پروں کے پرے،حکم لینے کو اسکے حضور چڑھتے ہیں۔قطار اندر قطار حکم لے لے کر نازل ہوئے جاتے ہیں۔احکامات ہیں کہ تانتا بندھا ہے ۔آیات اور نشانیوں کی بارش ہوئی جاتی ہے۔اس کے فرمان کو اس کی مرضی کی دیر ہے کہ نافذ ہوا جاتا ہے،وہ جو چاہے،وہ جیسے چاہے۔وہ جس وقت چاہے،جس رخ سے چاہے،ہو جاتا ہے۔نہ کوئی کمی ممکن ہے نہ بیشی،تاخیر ہوسکتی ہے نہ تقدیم۔اسی کا حکم چلتا ہے آسمانوں کی پہنائیوں میں زمین کی پہنائیوں میں زمین کی تنہائیوں میں۔روئے زمین سے پاتال تک،وہ ہر لمحہ نفس کا فیصلہ کرتا ہے ۔ہر سانس کا فیصلہ ہوتا ہے،ہر لقمے پر نوالے کا فیصلہ ہوتا ہے۔ہر نیا دن،ہر نئی صبح اور نئی شام،وہ چاہے تو دیکھنا نصیب ہوتی ہے۔بحر وبر کا ہر ذی روح اس کا رہین التفات ہے۔جہان کے ہر کونے ہر ذرے کی قسمت ہر لمحہ طے ہوتی ہے۔پورے جہان کو وہ جیسے چاہے الٹتا اور پلٹتا ہے۔پھیرتا اور بدلتا ہے ۔ہر چیز کو علم سے محیط ہے۔ہر چیز کو گن گن کے شمار رکھتا ہے۔اس کی رحمت اور حکمت کو ہر چیز پر

www.sirat-e-mustaqeem.com

وسعت ہے۔وہ جہان بھر کی آوازیں بآسانی سن لیتا ہے۔کیسی کیسی زبانیں ہونگی؟ کیسی کیسی فریادیں ہونگی؟ مگر وہ زمین وآسمان کے ہر کونے سے ہر لمحہ اٹھنے والا یہ مسلسل شور سنتا جاتا ہے۔اس آہ وفغاں میں ہر ایک کی الگ الگ سنتا ہے اور صاف پہچان جاتا ہے ان سب کی بیک وقت سنتا ہے اور کسی ایک سے غافل نہیں!!۔پاک ہے اس سے کہ التجاؤں کے ازدحام میں اسکی سماعت کبھی چوک جائے ۔یا حاجتمندوں کی آہ وفریاد میں کبھی جواب دینا اس کو مشکل پڑ جائے ۔اس کی نگاہ محیط ہر چیز دیکھتی ہے ۔وہ رات کی تاریکی میں‘اندھیری چٹان پر‘سیاہ چیونٹی کے قدموں کی آہٹ پالیتا ہے ۔ہر غیب اس کے لئے شہادت ہے ۔کوئی راز اس کے لئے راز نہیں وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر کو جان لیتا ہے ۔اسے ہر وہ راز معلوم ہے جو لبوں سے کوسوں دور ہو۔جو دل کے گہرے کنویں میں دفن ہو یا خیال کی آہٹ سے بھی پرے ہو۔بلکہ وہ راز وجود پانے سے پہلے اسے معلوم ہوتا ہے کہ کب اور کیسے وہ اس کے دل میں وجود پائے گا۔

تخلیق اس کی‘حکم اس کا۔ملک اس کی‘حمد اس کی۔دنیا اس کی‘آخرت اس کی۔نعمت اس کی‘فضل اس کا‘تعریف اس کی‘شکر اس کا۔بادشاہی اس کی فرمانروائی اس کی۔حمد وستائش اس کی ‘اقتدار اس کا۔ہر خیر اس کے ہاتھ میں، ہر چیز پلٹے تو اس کی طرف‘اس کی قدرت ہر چیز پر محیط ......کہ کچھ اس سے ماورا نہیں۔اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع۔ہر نفس اس کی نعمت کے بار سے دبی ہے‘پر شکر سے یوں عاجز کہ اس عاجزی کے اظہار کو بندگی کی معراج جانے۔!!

یسئله من فی السماوات والأرض کل یوم هو فی شأن (الرحمٰن ۲۹)

’’زمین اور آسمانوں کی ہر مخلوق ایک اسی کی سوالی ہے۔ہر ن وہ نئی شان میں ہے‘‘۔

وہی گناہگاروں کو معاف کرے۔غمزدوں کو آسودہ کرے ۔اضطراب کو چین میں بدلے ۔وہ چاہے تو چتہ کو بے چتنا کردے ۔درماندوں کو وہی فیض بخشے‘فقیروں کو تونگری دے تو امیروں کو

www.sirat-e-mustaqeem.com

فاقے دکھا دے۔ جاہلوں کو سکھائے تو بے علموں کو پڑھائے۔ گمراہوں کو سدھائے تو بھٹکے ہوؤں کو سمجھائے۔! دکھی کو سکھ دے تو وہ۔ اسیروں کو قید کی ظلمت سے چھڑائے تو وہ۔ عرش پر سے زمین کے بھوکوں کو کھلائے۔ پیاسوں کو پلائے' ننگوں کو پہنائے۔ بیماروں کو شفایاب کرے آفت زدوں کو نجات دے۔ تائب کو باریاب کرے۔ ناتوانوں کا بوجھ سہارے۔ اپنے بندوں کے عیب بندوں سے چھپالے۔ دلوں کے کوف دور کرے اور اپنے بندوں کا بھرم رکھے۔ امتوں اور جماعتوں میں سے کسی کو بلند کرے تو کسی کو پست!۔

وہ کبھی نہیں سویا' نہ سونا اس کو لائق ہے' وہ اپنی رعیت کا ہمہ وقت نگران ہے۔ وہ کسی کو عزت دیے جاتا ہے تو کسی کو ذلت۔ رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی جانب بلند ہوئے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات سے پہلے۔ اس کا حجاب ایک نور بیکراں ہے۔ جسے وہ ہٹادے تو اس کے رخ کا نور ہر چیز بھسم کردے۔ اس کا دست کشادہ اور فراخ ہے۔ جو خرچ کرنے اور لٹانے سے کبھی تنگ ہونے کا نہیں! وہ صبح شام لٹاتا ہے۔ جب سے مخلوق پیدا ہوئی وہ لٹائے جاتا ہے۔ پر اس کے ہاں کمی آنے کا سوال نہیں!

بندوں کے دل اور پیشانیاں اس کی گرفت میں ہیں۔ جہاں بھر کی زمام اسکے قضا وقدر سے بندھی ہے۔ روز قیامت پوری زمین اس کی ایک مٹھی ہوگی تو سارے کے سارے آسمان لپٹ کر اس کے دست راست میں آرہیں گے۔ وہ اپنے ایک ہاتھ میں سب آسمانوں اور زمین کو پکڑ لے گا۔ پھر ان کو لرزائے گا پھر فرمائے گا۔ ''میں ہوں بادشاہ! میں ہوں شہنشاہ! دنیا کہیں نہ تھی تو میں نے بنائی۔ میں ہی اس کو دوبارہ تخلیق کرتا ہوں''!

کوئی گناہ اتنا بڑا نہیں کہ وہ معاف نہ کرپائے' بس دیر ہے تو پشیمانی کی! کوئی حاجت نہیں جسے پورا کرنا اس کے بس سے باہر ہوجائے' بس دیر ہے تو سوال کی! زمین وآسمان کی اول وآخر سب

www.sirat-e-mustaqeem.com

مخلوقات، سب انس وجن، کبھی دنیا کے پارسا ترین شخص جتنے نیک دل ہو جائیں، اس کی بادشاہت اور فرمانروائی اتنی بڑی ہے کہ اس سے ذرہ بھر بھی نہ بڑھے۔ اور اگر یہ سب مخلوقات، سب انس وجن دنیا کے کسی بدکار ترین شخص جتنے کوڑھ دل ہو جائیں تب اس کی فرمانروائی میں ذرہ بھر فرق نہ آئے! اگر زمین وآسمان کی اول وآخر سب مخلوقات، سب انس وجن، سب زندہ ومردہ کسی میدان عظیم میں مجمع لگا کر اس سے سوال کرنے لگیں، پھر ایک ایک اس کے در سے من کی مراد پاتا جائے، تب اس کے خزانوں میں ذرہ بھر کمی آنے کا تصور نہیں! روئے زمین کا ہر شجر جو کرہ ارض پہ آج تک پایا گیا یا رہتے دم تک وجود پائے۔ اقلام کی صورت اختیار کرے، سمندر.....جس کے ساتھ سات سمندر اور ہوں .....روشنائی بنیں، پھر لکھائی شروع ہو تو یہ قلمیں فنا ہو جائیں، یہ روشنائی ختم ہو جائے، مگر خالق کے کلمات ختم ہونے میں نہ آئیں! اس کے کلمات ختم بھی کیسے ہوں جن کی کوئی ابتدا ہے نہ کوئی انتہا! جبکہ سب مخلوقات ابتدا اور انتہا کی اسیر ہیں۔ سو ختم ہو گی تو مخلوق! فنا ہو گی تو مخلوق! خالق کو کوئی فنا ہے نہ زوال!!۔

وہ اول ہے جس سے بیشتر کچھ نہیں! وہ آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں! وہ ظاہر ہے جس سے اوپر کچھ نہیں! وہ باطن ہے جس سے پرے کچھ نہیں! وہ بلند ہے! وہ پاک ہے! ذکر ہو تو بس اسی کا! عبادت ہوتا ایک اسی کی! حمد ہو تو اسی کی! شکر ہو تو اسی کا۔ فریاد رسی ایک اسی کی شان ہے۔ وہ شہنشاہ مہربان ہے! سوال پورا کرنے میں کوئی اس سے بڑھ کر فیاض نہیں! قدرت انتقام رکھ کر بے پروائی سے بخش دینا اس کو انتقام بھی لے تو عادل ترین ہو۔ اس کا حلم وبربادی کبھی لاعملی کا نتیجہ نہیں! اس عفو ومغفرت کسی بے بسی پر مبنی نہیں! وہ بخشش کرے تو اپنے عزت وجلال اور تمکنت کی بنا پر۔ کسی کو دینے سے انکار کرے تو اپنی حکمت ودانائی کی بنا پر۔ وہ کسی کو دوست رکھے تو محض اپنے احسان سے، اور عزیز جانے تو صرف اپنی رحمت سے!!۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

بندوں کا اس پر کوئی حق ہے نہ زور۔ پر وہ خود ہی بے پایاں مہربان ہے! کوئی محنت اس کے حضور اکارت نہ ہونے پائے۔ وہ کسی کو عذاب دے تو اس کے عدل کا تقاضا ہو۔ کسی پر مہربان ہو تو محض اپنے فضل سے! اس کا نام کریم ہے۔ اس کا کرم وسیع ہے' اور اس کی رحمت اسے غضب پہ بھاری ہے۔

وہ بادشاہ مطلق ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ تنہا و یکتا ہے' کوئی اس کا ہمسر نہیں! وہ غنی ولا زوال ہے، کوئی اس کا پشتبان اور سہارا نہیں! وہ صمد اور بے نیاز ہے۔ کوئی اس کی اولاد نہیں' کوئی شریک حیات نہیں! وہ بلند و عظیم ہے' کوئی اس کا شبیہ نہیں' کوئی ہم نام و ہم صفت نہیں! اس کے رخ انور کے سوا ہر چیز ہلاک ہوا جانے والی ہے۔ اس کی بادشاہت کے سوا ہر ملک کو زوال آنا ہے۔ اس کے سائے کے سوا ہر سائے کو سمٹ جانا ہے۔ اس کے فضل کے سوا ہر فضل کو فنا ہے۔ اس کی اطاعت بھی اس کے اذن اور اس کے فضل کے بنا ممکن نہیں! اس کی اطاعت ہو تو وہ قدردان ہوتا ہے! نافرمانی ہو تو درگزر اور بخشش سے مہربان ہوتا ہے۔ وہ کبھی پکڑ لے تو عدل ہوگا۔ وہ بخش دے تو فضل ہوگا۔ وہ انعام میں خلد بریں سے نوازے تو احسان ہوگا!!

وہ سب سے قریب گواہ ہے۔ وہ سب سے نزدیک محافظ ہے۔ چاہے تو دل کے ارادوں میں حائل ہو جائے! پیشانیوں سے پکڑ لیتا ہے۔ ایک ایک بات لکھتا ہے۔ قدم کا ہر نشان محفوظ کئے جاتا ہے۔ ہر نفس کی اجل لکھتا ہے۔ ہر چیز کی معیاد رکھتا ہے۔ سینوں میں چھپے دل اس کے لئے کھلی کتاب ہیں۔ کوئی راز اس کے لئے راز نہیں۔ ہر غیب اس کے لئے شہادت ہے۔ بڑی سی بڑی بخششیں بس اس کے کہہ دینے پر موقوف ہے۔ اس عذاب اس کے قول کے اشارے کا منتظر ہے۔ کائنات میں ہر امر کو اس کے 'کن' کی دیر ہے۔ پھر وہ جو کہہ دے سو وہ ہو جاتا ہے!

انما أمره اذا أراد شيئا أن يقول له كن فيكون (یسن:۲۸)

www.sirat-e-mustaqeem.com

سو جس دل پر اس کے معبود کی صفات یوں جلوہ گر ہوں، جس قلب میں قرآن کا یہ نور یوں جلوہ افروز ہو اس کی دنیا میں کسی اور کا دیا کیونکر جلتا رہے؟ اسے امید کی کرن کسی اور روزن سے کیونکر ملے!؟ پھر مخلوق اس کی نگاہ میں کیونکر جچے!؟ بھروسہ! ایمان کی یہ حقیقت لفظوں سے کہیں بلند ہے۔ خیال کی پہنچ سے کہیں اوپر ہے۔ بس اس کا ذکر ہی اس دل کو بقعہ نور کرتا ہے۔ چہروں کی تمازت اسی کے دم سے ہے۔ پیشانیاں روشن ہونگی تو اس کی بدولت! دنیا میں یہی نور اس بندے کی متاع عزیز ہے جو بندگی کا خوگر ہو۔ یہی روشنی اس کی برزخ اور حشر کا توشہ ہے۔ جس دل میں قرآن کا یہ چراغ جلے اور جس قدر جلے، اس کی زبان اور سیرت دنیا کو اتنا ہی روشن کرے گی۔ ظلمتوں کی روسیاہی اسی روشنی سے دھلے گی۔ دنیا میں یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی، یہی روشنی پھر آخرت میں دلیل و برھان ہوگی ایسے مومن بھی ہیں جنکے اعمال سوئے عرش بلند ہوں تو سورج کی مانند روشن ہوں۔ پھر جب روح اپنا جسد چھوڑ کر اس کے حضور باریاب ہونے کو آسمانوں میں چڑھے تو فضائیں اس کی راہ میں روشن ہوتی جائیں۔ اور جو قیامت کے روز اس روشن چہرے کو روپ ملے گا وہ تو پھر نظارۂ خلائق ہوگا.....

اے اللہ! بس تجھی سے امید ہے

اور تجھی پر بھروسہ!

(ماخوذ از: الوابل الصیب من الکلم الطیب طبع دار البیان للتراث ص ۸۷-۹۱)

اردو استفادہ: حامد محمود

www.sirat-e-mustaqeem.com

اللھم انا نسئلک علما ناعا، وقلبا خاشعا، وعملا متقبلا، ورزقا طیبا..
ونعوذبک من علم لاینفع، وقلب لا یخشع، وعین لا تدمع، ونفس لا
تشبع، ودعاء لا یستجاب لہ

لا اِلٰہ اِلا اللہ کی دعوت

امام محمد بن عبدالوہاب

قل ھذہ سبیلی أدعوا الی اللہ علی بصیرۃ أنا ومن اتبعنی وما أنا من المشرکین . (یوسف:۱۰۸)

''کہو میرا راستہ یہی ہے: میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت کے ساتھ، اور میرے پیروکار بھی۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں''۔

عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبلؓ کو اپنا نمائندہ بنا کر یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا:

''تم ایک اہل کتاب قوم کے پاس جارہے ہو۔ اس لئے سب سے پہلی بات جس کی تم ان کو دعوت دو یہ ہونی چاہئے کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ کی شہادت دی جائے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''سو وسب سے پہلی بات جس کی طرف تم ان کو دعوت دو یہ ہو کہ وہ اللہ کی توحید پر آئیں''۔

''پھر جب وہ تمہاری بات تسلیم کرلیں تو ان کو خبر کرو کے اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کر رکھی ہیں۔ پھر اگر وہ تمہاری اس بات پر عمل پیرا ہوں تو ان کو خبر کرو کہ اللہ نے ان پر مال و دولت کی پاکیزگی فرض کر رکھی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے ناداروں کو لوٹا دی

www.sirat-e-mustaqeem.com

جائے گی ۔پھر جب وہ تمہاری اس بات پر عمل پیرا ہوں تو زکوۃ وصول کرتے ہوئے ان کے قیمتی اور نفیس مال کو ہاتھ نہ لگانا۔اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہو، کہ مظلوم کی آہ اور اللہ تعالیٰ کے مابین کوئی حجاب نہیں''۔ (بروایت صحیحین)

صحیحین ہی میں سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقعہ پر فرمایا:

''کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو عزیز رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کو عزیز رکھتا ہے، اللہ اسی کے ہاتھ پر فتح دے گا''۔

تب لوگوں نے ساری رات یہ سوچ سوچ کر گزار دی کہ وہ کون خوش نصیب ہے جسے یہ جھنڈا ملے گا۔صبح ہوتے ہی لوگ رسول ﷺ کے پاس جمع ہو گئے ۔ہر شخص کی خواہش کہ جھنڈا اُسے ملے ۔تب آپ نے فرمایا۔''علی بن ابی طالب کہاں ہے؟''عرض کی گئی:''ان کی آنکھ آئی ہوئی ہے ''تب حضرت علی کو بلا بھیجا گیا۔علی رضی اللہ عنہ آئے ۔آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھوں پر لگایا اور ان کے لئے دعا فرمائی ۔یکدم تکلیف جاتی رہی جیسے کبھی تھی ہی نہیں ۔تب آپ ﷺ نے ان کو علم دیا اور فرمایا:

''آرام سے جاؤ۔جب تم میدان میں پہنچ لو تو پہلے ان کو اِسلام کی دعوت دو اور ان کو سمجھاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے۔واللہ تمہارے ہاتھ پر اللہ اگر ایک شخص کو بھی ہدایت دے دیتا تو تمہارے لئے وہ بیش قیمت سرخ اونٹوں (کی غنیمت ہاتھ لگنے) سے بہتر ہے۔

<u>اب اس سے جو مسائل ثابت ہوئے وہ یہ ہیں:</u>

<u>پہلا مسئلہ:</u> اللہ کی طرف دعوت دینا ہر اس آدمی کے لئے راہ عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ کا پیروکار بنتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

دوسرا مسئلہ: اخلاص کی اہمیت واضح ہوتی ہے یعنی دعوت واقعتاً اللہ کی طرف ہو۔ کیونکہ بہت سے لوگ جب حق کی دعوت دیتے ہیں تب بھی وہ 'اپنی' طرف بلا رہے ہوتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ: بصیرت فرائض دین میں شامل ہے۔

چوتھا مسئلہ: توحید کی خوبصورتی یہ ہے کہ اللہ پر حرف نہ آنے دیا جائے اور آدمی اس کو ہر عیب سے منزہ اور مبرہ جانے۔

پانچواں مسئلہ: شرک کی گندگی یہ ہے کہ اس سے اللہ کی ذات پر حرف آتا ہے۔

چھٹا مسئلہ: جو کہ سب مسائل میں اہم ترین ہے کہ مسلمان چاہے خود شرک نہ کرتا ہو، پھر بھی مشرکوں سے دور رہے، تاکہ ان میں سے نہ ہو جائے۔

ساتواں مسئلہ: یہ کہ توحید سب سے پہلا فرض ہے۔

آٹھواں مسئلہ: یہ کہ دین کی ابتدا ہر دوسری چیز سے پہلے، حتی کہ نماز سے پہلے بھی، توحید سے کی جائے۔

نواں مسئلہ: یہ کہ ایک اللہ کو جاننے کا مطلب لا اِلٰہ اِلا اللہ کی شہادت دینا۔

دسواں مسئلہ: یہ کہ انسان اہل کتاب ہوتے ہوئے بھی لا اِلٰہ اِلا اللہ کے مطلب سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ یا اگر مطلب سے باخبر بھی ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس کے تقاضوں پر نہ چلتا ہو۔

گیارہواں مسئلہ: اس بات کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ دین کی تعلیم میں تدریج ضروری ہے۔

بارہواں مسئلہ: یہ کہ دین کا کام اس طرح ہو کہ پہلے سب سے اہم کام پھر اس سے کم اہم اور پھر اس سے کم اہم۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

تیرہواں مسئلہ: زکوۃ کا مصرف واضح ہوتا ہے۔

چودھواں مسئلہ: یہ کہ عالم کو چاہئے کہ مخاطب کے ذہن سے شبہات کو از خود دور کر دے۔

پندرہواں مسئلہ: یہ کہ زکوۃ کی وصولی کے دوران کسی کے قیمتی اور نفیس مال پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔

سولہواں مسئلہ: آدمی مظلوم کی بددعا لینے سے بچے۔

سترھواں مسئلہ: یہ کہ مظلوم کی آہ اللہ تک پہنچ کر رہتی ہے۔

اٹھارواں مسئلہ: توحید کے دلائل میں سے ایک دلیل رسول اللہ ﷺ پر، جو کہ سید المرسلین اور سادات اولیاء ہیں، تکلیفوں، مشقتوں اور بھوک و پیاس ایسی آزمائشوں کا آنا ہے۔

انیسواں مسئلہ: آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ: کل میں جھنڈا ایک ایسے شخص کو دوں گا .....'' رسول اللہ ﷺ کی غیب کی پیشن گوئی پر مبنی ایک معجزہ ہے۔

بیسواں مسئلہ: آپ ﷺ کا علیؓ کی آنکھوں میں لعاب مبارک لگانا.....اور علیؓ کی تکلیف جاتی رہنا.....آپ ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔

اکیسواں مسئلہ: یہیں سے علیؓ کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

بائیسواں مسئلہ: صحابہ کرامؓ کا یہ سوچ سوچ کر رات پار کر دینا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کی شہادت پانے والا کون خوش نصیب ہے، حتی کہ صحابہ کا، اسی مگن میں، فتح کی بشارت تک بھول جانا!

تیئسواں مسئلہ: تقدیر پر ایمان۔ چنانچہ ایک خوش نصیبی ایسے شخص کو ملتی ہے جو اس کے لئے بھاگ دوڑ نہیں کرتا۔ اور اسے پانے سے وہ رہ جاتے ہیں جو اس کے لئے دوڑ دھوپ میں لگے ہیں!

www.sirat-e-mustaqeem.com

چوبیسواں مسئلہ: آپ ﷺ کا عالی ادب ہونا اور (حالت جنگ میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمانا کہ: ''آرام سے جاؤ''۔

پچیسواں مسئلہ: اللہ کی طرف بلانا اور اسلام کی طرف دعوت دینا قتال سے پہلے۔

چھبیسواں مسئلہ: دعوت ان لوگوں کے بھی حق میں مشروع ومطلوب ہے جن کو اس سے پہلے دعوت دی جا چکی ہو اور ان سے قتال تک شروع ہو چکا ہو۔

ستائیسواں مسئلہ: دعوت میں حکمت کا ضروری ہونا۔ آپ ﷺ (علیؓ کو) فرماتے ہیں: ''ان کو سمجھاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے''۔

اٹھائیسواں مسئلہ: اسلام میں اللہ کا حق جاننا ہر دوسرے علم پر مقدم ہے۔

انتیسواں مسئلہ: جس آدمی کے ہاتھ پر ایک شخص بھی ہدایت پا جائے، اس کیلئے کیا کچھ ثواب ہے۔

تیسواں مسئلہ: یہ کہ فتوی دینے والا فتوی دیتے وقت اور معاملے کی سنگینی کے پیش نظر قسم اُٹھا سکتا ہے۔ (کتاب التوحید باب چہارم)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.com

آیئے اپنا فرض سمجھیں

اردو استفادہ از امام ابن القیم

شکر ہی تو عبادت ہے!

انسان ہوش کی آنکھ کھولتا ہے تو اس کو سب سے پہلی یہ نصیحت ہوتی ہے کہ وہ اللہ کا شکر گزار ہو اور اللہ کے ساتھ ان دو ہستیوں کا جو اسے دنیا میں وجود دینے کا باعث بنیں۔

ووصینا الانسان بوالدیه حملته أمه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین أن اشکر لی والوالدیک الی المصیر (لقمان:۱۴)

''اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے ۔اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا میری ہی طرف پلٹنا ہے''۔

اس کو یہ بھی بتادیا جاتا ہے کہ اللہ اس کی کس چیز سے خوش ہوسکتا ہے تو وہ اس کی شکر گزاری اور اس کا جذبۂ سپاس ہی ہے۔

وان تشکروا یرضه لکم (الزمر:۷)

''اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے''۔

اللہ نے اپنے برگزیدہ خلیل ابراہیم علیہ السلام کی صفت بیان کی تو یہ کہ وہ اس کی نعمتوں کا پاس کیا کرتا اور اس کا شکر ادا کرنے میں لگا رہتا تھا۔

ان ابراهیم کان امة قانتا لله حنیفا ولم یکن من المشرکین . شاکرا لانعمه

www.sirat-e-mustaqeem.com

اجتباہ وھداہ الی صراط مستقیم واتیناہ فی الدنیا حسنۃ وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحون. (النحل:۱۲۰-۱۲۲)

''ابراہیم اپنی ذات میں ایک امت تھا، اللہ کا مطیع فرمان اور مکمل یکسو۔ جو مشرکوں سے الگ تھلگ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شاکر۔ اللہ نے اس کو منتخب کرلیا اور سیدھا راستہ دکھایا۔ دنیا میں اس کو بھلائی دی اور آخرت میں وہ صالحین میں سے ایک ہوگا''۔

سو اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو امت یعنی ایک نمونہ اور معیار قرار دیا، جس کی، خیر کے راستے میں اتباع کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ پھر اسے قانت کہا یعنی مطیع فرمان اور حکم آئے کو کبھی 'ناں' نہ کرنے والا۔ پھر کہا کہ وہ حنیف تھا۔ یعنی ہر طرف سے رخ موڑ کر وہ ایک اللہ کی طرف رخ کر چکا تھا۔ پھر ان خوبصورت صفات کا ذکر جس بات پر ختم کیا وہ یہ کہ وہ ایک شکر گزار بندہ تھا جو نعمتوں کی قدر پہچاننے والا اور ہدیہ سپاس پیش کرتا رہنے والا تھا۔

سو خلیل اللہ کی صفات کی انتہا یہ ہوئی کہ وہ شکر گزار تھا!

اللہ کا ایک کام تخلیق کرنا ہے اور دوسرا حکم دینا اور شریعت اتارنا یعنی خلق اور امر۔ اسی خلق اور امر کی غایت یہ ہے کہ دنیا میں اس کا شکر ہو۔ انسان کی اپنی تخلیق ہوتی ہے تو اس لئے کہ وہ ہوش سنبھالے تو پیدا کرنے اور دینے والے کا شکر ادا کرنے میں لگ جائے۔

واللہ أخرجکم من بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والأفئدۃ لعلکم تشکرون. (النحل:۷۸)

''اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا جب تم کچھ جانتے تھے نہ سمجھتے۔ اس نے تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے، اس لئے کہ تم شکر گزار بنو''۔

یہ تو ہوئی خلق کی غایت پھر جہاں تک امر کی غایت ہے:

www.sirat-e-mustaqeem.com

ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون (آل عمران:)

''بدر میں بھی تمہاری مدد اللہ نے ہی کی تھی حالانکہ اس وقت تم بہت کم زور تھے۔لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو.....تاکہ تم شکرگزار بنے رہو''۔

چنانچہ اس آیت میں اللہ کا یہ کہنا کہ ''تاکہ تم شکرگزار بنے رہو'' اس کی نصرت کے باعث بھی ہوسکتا ہے جو اس نے بدر میں کی اور (فاتقوا اللہ) تقوی کا حکم دینے کے باعث بھی.....اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں باتوں کے باعث شکرگزار ہونے کیلئے کہا گیا ہو اور یہی بات ظاہر اور واضح ہے۔چنانچہ شکر خلق کی غایت بھی ہوئی اور امر کی بھی۔

اللہ تعالیٰ نے بہت صراحت سے یہ بتا دیا ہے کہ اس شریعت کے اتارے جانے اور اس کا رسول بھیجے جانے کا مقصد بھی بندوں سے اپنا شکر کروانا ہے:

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون ، فاذكرونى اذكركم واشكروا لى ولا تكفرون. (البقرہ:)

''جس طرح ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا، جو تمہیں میری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرے شکرگزار بنے رہو ،کفران نعمت نہ کرو''۔

صحیحین سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ رب کے حضور اتنی اتنی دیر تک کھڑے رہتے اور راتوں کو اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے قدم سوج کر پھٹنے کو آجاتے۔آپ ﷺ نے عرض کی گئی:

''اللہ آپ کے سب اگلے پچھلے قصور معاف کر چکا، پھر یہ سب کچھ!؟''

www.sirat-e-mustaqeem.com

تب آپ ﷺ ایک مختصر اور خوبصورت جواب دیتے ہیں:

أفلا أكون عبداً شكورا . تو کیا میں شکر گزار بندہ بن کر نہ دکھاؤں"۔

مسند احمد اور ترمذی میں روایت ہے کہ نبی ﷺ معاذ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں:

"معاذ واللہ! تم مجھے بہت پیارے ہو۔ سو جب تم نماز ختم کرو تو کبھی یہ کہنا نہ بھولو!

اللهم أعني على ذكرك وشكرك حسن عبادتك .

"الٰہی! مجھے توفیق دے کہ میں تجھے یاد کروں، میں تیرا شکر کرتا رہوں اور تیری بندگی میں اک حسن پیدا کروں"۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا: بیان کیا ہم سے محمود بن غیلان نے، ان سے مومل بن اسماعیل نے، ان سے حماد بن سلمہ نے، ان سے حمید الطّویل نے، جو آگے طلق بن حبیب سے اور وہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"چار چیزیں جس آدمی کو مل گئیں، سمجھو اسے دنیا اور آخرت کی سب خیر مل گئی:

شکر گزار دل

ذکر کی گرویدہ زبان

مصیبت پر صابر بدن

اور بیوی جو اپنی ذات میں یا اس کے مال میں کسی خیانت کی روادار نہ ہو"۔

ابن ابی الدنیا ہی قاسم بن محمد کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اللہ اپنے بندے پر انعام کرتا ہے تو بندہ جب بھی یہ اعتراف کرتا ہے کہ یہ نعمت اس کے پاس اللہ کی دی ہوئی ہے تب اللہ اس کے نامہ اعمال میں درج کر دیتا ہے کہ بندہ اس نعمت پر اللہ کا شکر

www.sirat-e-mustaqeem.com

گزار ہوا۔۔اللہ اپنے بندے کے دل میں اس کے کسی گناہ پر ندامت اور پشیمانی دیکھتا ہے تو وہ اسے بخشش کا سوال کرنے سے بھی پہلے معاف فرما دیتا ہے۔ بندہ جب کوئی اچھا اور مہنگا لباس خرید کر زیب تن کرتا اور ساتھ میں اللہ کی حمد اور تعریف کرتا ہے تو اس کی قمیص اس کے گھٹنوں تک بھی ابھی پہنچنے نہیں پاتی کہ اس کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے''!!

صحیح مسلم میں نبی ﷺ سے حدیث ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اللہ کے بندے کی یہ بات خوش کر جاتی ہے کہ اسے ایک بار کا کھانا نصیب ہو یا پینے کا کوئی مشروب اس کے حلق سے اترے تو وہ اس کی تعریف میں لگ جائے''!!!

دیکھئے اس بندے کو کیا جزا ملی .....اللہ کی خوشی !!! آپ کو معلوم ہے کہ کسی ثواب اور نیک بدلے کی یہ آخری انتہا ہے اللہ کو بندے سے خوشی ہو! یہ عظیم ترین جزاء ہے اور اعلیٰ ترین بدلہ ۔**ورضوان من اللہ اکبر ذلک ھو الفوز العظیم.**

یہ عظیم ترین باریابی دیکھئے کس چیز پر ہوئی: چند نوالے کھا کر، یا چند گھونٹ پی کر مالک کی تعریف کرنے میں لگ جانا!!! تعریف شکر کا بہترین اظہار ہے!!!

ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن صالح سے بیان کیا: بیان کیا ہم سے ابوزہیر یحییٰ بن عطارد قرشی نے اپنے والد سے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہو نہیں سکتا کہ اللہ اپنے کسی بندے کو شکر کی توفیق دے اور پھر اس کی اس نعمت میں، جس پر وہ شکر کرتا ہے، اور اسے اور اضافہ نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خود کہا ہے: **لئن شکرتم لأزیدنکم** . ''کہ اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا''۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں: ''اللہ جب تک چاہتا ہے بندے کو نعمت سے لطف اندوز ہونے دیتا ہے پھر جب اس سے وہ کوئی شکر نہیں پاتا تو اسی نعمت کو عذاب میں بدل دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے پہلے لوگ شکر کا ذکر 'محافظ اور نگہبان' کے نام سے کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے، نعمت کا تحفظ کرنے اور نعمت کو بچا رکھنے والی چیز ہے تو وہ شکر ہے۔ وہ کہا کرتے تھے شکر وہ چیز ہے جو کھوئی ہوئی نعمت کو بھی لوٹا لائے''!!

مطرف بن عبداللہؒ کہا کرتے تھے: ''مجھے عافیت نصیب ہو اور میں اس پر شکر کرتا رہوں۔ یہ مجھے اس سے کہیں عزیز ہے کہ میں کسی آزمائش میں پڑوں اور اس پر صبر کروں''۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''اللہ کی ان نعمتوں کا بہت تذکرہ کیا کرو کیونکہ نعمتوں کا بار بار تذکرہ ہی نعمتوں کا شکر ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی ﷺ کو کہا ہے کہ وہ اپنے رب کی نعمتوں کا تذکرہ کیا کرے: **واما بنعمة ربک فحدث**

اللہ تعالیٰ کو خود یہ پسند ہے کہ وہ بندے پر اپنی نعمتوں کے نشانات دیکھتا رہے۔ یہ گویا لسان حال سے اللہ کا شکر کرنا ہے۔

علی بن الجعد کہتے ہیں میں نے سفیان ثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا: داؤد علیہ السلام ایک بار گویا ہوئے:

''**الحمد لله حمداً كما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله**''

''حمد میرے اللہ کی.....ایسی حمد جو اس کے روئے انور کے شایان شان ہو.....ایسی حمد جو اس کی ہیبت وجلال اور اس کی عزت وشان کے لائق ہو''۔ تب اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی:

''داؤد تم نے یہ تعریف کر کے فرشتوں کو بے بس کر دیا''۔

شعبہ نے بیان کیا: بیان کیا ہم سے مفضل بن فضالہ نے ابو رجاء العطاروی سے کہ: ایک بار

www.sirat-e-mustaqeem.com

عمران بن حصینؓ گھر سے نکل کر ہمارے پاس آئے تو ایک بیش قیمت قبا زیب تن کئے ہوئے تھے ۔ان کو ایسی قبا پہنے اس سے پہلے ہم نے دیکھا نہ اس کے بعد۔تب عمران بن حصین کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ جب کسی بندے کو نعمت سے نوازے تو اس کو یہ پسند ہے کہ وہ بندے پر اس نعمت کے اثرات بھی پائے''۔

عمرو بن شعیب کے صحیفے میں، ان کے والد سے، بروایت ان کے دادا روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''کھاؤ، پیو، صدقہ خیرات کرو، البتہ خود پسندی اور فضول خرچی سے بچو، اللہ کو خود یہ پسند ہے کہ وہ اپنی نعمت کے نشانات اپنے بندے پر دیکھے''۔

سورہ عادیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو کنود کہہ کر اس کی مذمت فرمائی ہے۔کنود وہ شخص ہے جو نعمت پر شکر نہیں کرتا۔حسن بصریؒ کنود کی شرح میں فرماتے ہیں: ''انسان ناشکرا ہے مصیبتوں کا شمار کرتا ہے اور نعمتوں کا ذکر تک نہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے خبر دے رکھی ہے کہ دوزخیوں میں عورتوں کی اکثریت بھی اسی وجہ سے ہوگی۔آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ زندگی بھر اچھائی کرتے رہو پھر اسے تم سے کوئی برائی دیکھنے کو ملے تو کہہ اٹھتی ہے میں نے تو تم سے کبھی خیر نہیں پائی۔خاوند ایک اچھائی کرتا ہے تو اس کا یہ حال ہے اور اس پر شکرمندی کی اتنی تاکید ہے، حالانکہ خاوند کے ذریعے جو نعمت بھی ملتی ہے وہ دراصل اللہ کی ہی دی ہوئی ہوتی ہے.....پھر اس بارے میں کیا خیال ہے کہ آدمی اللہ ہی کی نعمت کا شکر ادا کرنے سے ٹلتا رہے!

ظالم انسان! اس ظلم کا خمیازہ تمہارے اپنے سوا کسی اور کو نہیں بھگتنا۔آخر کب تک تم اللہ کے

www.sirat-e-mustaqeem.com

ساتھ یہ رویہ رکھو گے کہ اس کی نعمتیں تمہارے کسی شمار قطار میں ہی نہ آئیں البتہ کبھی مصیبت آ پڑے تو اس کا خوب چرچا کرو!

ابن ابی الدنیا ابوعبدالرحمٰن السلمی کی حدیث شعبی سے بروایت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نعمت کا تذکرہ شکر میں شمار ہوتا ہے اور اس کو ترک کر دینا کفران نعمت، جو شخص تھوڑے پر شکر نہیں کرنے لگتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہ کر پائے گا۔ جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا، جماعت برکت ہے اور تفرقہ عذاب''۔

مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے دو چیزوں پر غور کیا۔ ایک عافیت اور دوسری شکر مندی۔ تب میں نے یہ پایا کہ ان دو چیزوں مین دنیا اور آخرت سمیٹ دی گئی ہے۔ میں کسی گوشہ عافیت میں اللہ کا شکر بجالاتا رہوں، یہ بات مجھے کہیں وارے کی ہے کہ میں مبتلائے مصیبت ہوں اور اس پر صبر کروں''۔

بکر بن عبداللہ مزنیؒ نے ایک بار بردار مزدور کو دیکھا کہ وہ بوجھ کمر پر لادے جا رہا ہے اور ساتھ میں الحمدللہ، استغفر اللہ کہتا جاتا ہے، بکر بن عبداللہ کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں وہیں رک گیا کہ کب وہ اپنا بوجھ زمین پر دھرتا ہے۔ جب اس نے بوجھ اتار کر زمین پر رکھ دیا تو میں نے اسے آزمانے کیلئے پوچھا: بس ان الفاظ کے سوا تمہیں کچھ اور کہنا نہیں آتا! مزدور بولا: کیوں نہیں اللہ کی کتاب پڑھ لیتا ہوں اور بہت کچھ کہہ سکتا ہوں۔ مگر بھائی بات یہ ہے کہ بندہ دو حالتوں سے باخبر نہیں ہوتا۔ اللہ کی نعمتیں لیتا ہے اور اللہ کے حق میں گناہ کرتا ہے۔ اللہ کی نعمت کے لئے میں اس کی حمد کئے جاتا ہوں اور اپنے گناہوں کیلئے استغفار۔ تب میں نے خود سے کہا: بکر یہ بوجھ ڈھونے والا مزدور تم سے بڑا فقیہ ہے''۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ترمذی میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے پاس حجرے سے نکل کر آئے تو ان کو سورۃ رحمٰن اول سے آخر تک تلاوت کر کے سنائی۔ صحابہ خاموشی سے سنتے رہے تب آپ نے فرمایا: جنوں کو بھی میں نے اس رات یہی سورت پڑھ کر سنائی۔ ان کا جواب تم سے بہتر تھا۔ میں جب بھی یہ آیت پڑھتا۔ فبأی الاء ربکما تکذبان ''پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے اور اس کی کس کس قدرت کا انکار کرو گے'' تو وہ ہر بار جواب دیتے: ''الٰہی ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے، تعریف صرف تیری''۔

امام احمد حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: بیان کیا ہم سے عبدالرزاق بن عمران نے، کہا سنا میں نے وہب بن منبہ سے کہ میں نے آل داؤد کی کتاب میں لکھا ہوا پایا:

''مجھے میری بڑائی کی قسم۔ جو میری پناہ میں آیا، اس کے خلاف آسمان وزمین کی سب مخلوقات دشمنی پر اتر آئیں میں ان سب کے درمیان سے اس کیلئے راستہ نکال دوں گا اور جس نے مجھ سے پناہ اور سہارا نہ مانگا اس کے ہاتھ سے میں آسمان کے سب اسباب چھڑوا دوں گا، اس کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لوں گا اور اس کو فضا میں بے سہارا اس کے اپنے حال پر چھوڑ دوں گا۔ میں اپنے بندے کیلئے بہت کافی سہارا ہوں اور بہترین جائے پناہ۔ میرا بندہ جب میری فرمانبرداری میں لگا ہوتا ہے تو میں اس کے سوال کرنے سے پہلے اسے وہ جو چاہے عطا کرتا ہوں۔ اس کے دعا کرنے سے پہلے شرف قبولیت بخشتا ہوں۔ مجھے خود اس سے بڑھ کر اس کی ضرورت اور حاجت کا پاس ہوتا ہے''۔

حسن بصری جب کوئی گفتگو شروع کرتے تو پہلے یہ کلمات کہتے:

''حمد وتعریف اللہ وحدہ لاشریک کی،

الٰہی تیری حمد اور تعریف۔ تو نے ہمیں اسلام دیا اور قرآن سے نوازا۔ الٰہی تیری تعریف۔ ہم اہل وعیال رکھتے ہیں۔ مال ودولت پاس ہے اور تیری بخشی ہوئی عافیت ہے کہ چین اور اطمینان سے

www.sirat-e-mustaqeem.com

گزرتی ہے۔تو نے دشمن کو ہم سے باندھ کر رکھا۔رزق ہم کو فراخ دیا۔امن وسکون کی نعمت تیری عطا کردہ ہے، تیری رحمت ہے کی عزیزوں سے ملتے اور احباب کو دیکھتے ہیں۔کتنے مصائب سے تو ہم کو روز بچاتا ہے۔الٰہی تجھ سے جو مانگا تو نے ہم کو اس سے بڑھ کر دیا۔

الٰہی تعریف تیری.....بہت زیادہ تعریف۔اللہ ہر ہر نعمت کے عوض تیری تعریف۔کوئی نعمت جو تو نے پہلے کبھی کی یا اب کر رہا ہے، تیری نعمت نظر آئے یا نظروں تک سے روپوش رہے، تیری نعمت عام ہو خاص، زندگی کی حالت میں ہو یا مر جانے کے بعد.....الٰہی ہر نعمت پر تیری تعریف۔

''الٰہی تیری تعریف .....تیری تعریف اس وقت تک جب تو اس تعریف سے راضی ہو.....پھر اے اللہ جب تو راضی ہو چکے تب بھی تیری تعریف''!!!

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں محمود الوراق نے مجھے اپنے اشعار سنائے :(جن کا خلاصہ یہ بنتا ہے)

''اللہ کی نعمت کا شکر کرلوں تو یہ شکر کرنا تو خود مجھ پر ایک نعمت ہوئی۔اب اس نعمت پر بھی تو مجھے اس کا شکر کرنا چاہئے !سو ہر شکر ایک شکر چاہتا ہے؟ پھر ایسے میں اس کا شکر کیسے ادا کر پاؤں گا چاہے دن جتنے بھی بڑھ جائیں اور عمر جتنی بھی دراز ہو جائے .....سوائے اس کے بس اس کا فضل ہو جائے!

وہ مجھ کو راحت دے تو خوشیوں سے ڈھانپ دے۔کبھی تکلیف آنے دے تو پھر اس پر اجر وثواب کی حد کر دے۔وہ تو دونوں صورتوں میں مجھ پر فضل کرتا ہے اس کے فضل کا اندازہ بحر وبر کی کسی مخلوق کے بس میں نہیں''۔

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے جو خواہشمند ہو کہ وہ اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کی واقعی قدر کرنے لگے اسے چاہیے کہ وہ اپنے نیچے دیکھے نہ کہ اپنے اوپر''۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اس آیت کے بارے میں کہ:

وأسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة (لقمان)

''اس نے تم پر اپنی کھلی اور چھپی نعمتوں کی بارش کر دی''۔

مجاہدؒ کہتے ہیں: یہ آیت تو انسان کے اس کہنے کو کچھ چھوڑتی ہی نہیں۔

وہبؒ کہتے ہیں: ''ایک عابد زاہد آدمی نے اللہ کی پچاس سال عبادت کی۔ اللہ نے اسے وحی کے ذریعے خبر دی کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ عابد نے دل میں کہا: ''صرف معافی! مجھے تو کوئی گناہ بھی یاد نہیں'' تب اللہ نے اس کی گردن کی ایک نس کو حکم دیا ذرا بگڑ جائے۔ نس کا بگڑنا تھا کہ عابد کی نیند جاتی رہی اور نماز پڑھنے تک کی ہوش نہ رہی۔ کچھ دیر بعد اس کو سکون آیا تو وہ نیند میں چلا گیا۔ تب خواب میں اسے بتایا گیا تمہارا رب فرماتا ہے پچاس سال تک اپنی گردن کی صرف ایک نس سے جو سکون پاتے رہے تمہاری پچاس سال کی عبادت تو اس کا بھی عوض نہیں''۔

ابن ابی الدنیا ذکر کرتے ہیں: داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دریافت کیا ''تیری مجھ پر کم سے کم نعمت کیا ہے؟'' تب اللہ نے داؤد علیہ السلام کو وحی کی: ''داؤد ذرا سانس لو'' داؤد علیہ السلام نے سانس لی۔ تب اللہ نے فرمایا: ''یہ میری تم پر کم از کم نعمت ہے''۔

اس بات کی روشنی میں ابوداؤد کی اس حدیث کا مطلب واضح ہو جاتا ہے جو کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

''اللہ اگر آسمان اور زمین کی سب مخلوقات کو عذاب دینے پر آئے تو اس کا ایسا کرنا ہرگز ظلم نہ ہوگا اور اگر ان پر رحم کرے تو اس کا رحم فرمانا ان کے اعمال کرنے سے کہیں اچھا ہوگا''۔

اس طرح اس صحیح حدیث کا مطلب بھی یہیں سے واضح ہو جاتا ہے:

تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کے بل پر نجات نہ پائے گا''۔ صحابہ نے عرض کی: ''کیا آپ

www.sirat-e-mustaqeem.com

بھی اے اللہ کے رسول''؟ فرمایا: میں بھی نہیں، سوائے یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے''۔

چنانچہ بندوں کے اعمال اللہ کی کسی ایک نعمت کا بھی بدلہ نہیں۔

ابوالملیح کہتے ہیں: موسی علیہ السلام نے اللہ سے دریافت کیا: ''شکر کی بہترین صورت کیا ہے؟'' جواب آیا: ''یہ کہ ہر حال میں میرا شکر کرتے رہو''۔

جریری ابوالورد سے، اور وہ جلاح سے اور وہ معاذ بن جبلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو کہہ رہا تھا: **اللھم انی أسئلک تمام النعمة** . ''الٰہی! مجھ پر نعمت کا اتمام فرما'' تب آپ نے اس شخص سے فرمایا: ''جانتے ہو نعمت کا اتمام کیا ہے؟'' آدمی کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ بس میری زبان پر یہ دعا آ گئی اور میں اس سے اپنے رب سے خیر پانے کا خواستگار ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نعمت کا اتمام یہ ہے کہ آدمی دوزخ سے سلامت رہے اور جنت میں داخلہ پائے''۔

سہم بن سلمہ کہتے ہیں: مجھے اہل علم سے پتہ چلا ہے کہ آدمی کھانے کے شروع میں اللہ کا نام لے اور کھانا ختم کر کے اللہ کی تعریف کرنے لگے تو اس سے اس کھانے کی نعمت کے بابت سوال نہیں کیا جاتا''۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں: بیان کیا ہم سے مثنی بن الصباح نے بروایت عمرو بن شعیب، بروایت ان کے والد، بروایت ان کے دادا کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

''دو خصلتیں ایسی ہیں جس انسان میں پائی جائیں اسے اللہ کے ہاں صابر اور شاکر لکھ دیا جاتا ہے اور جس آدمی میں نہ پائی جائیں اسے اللہ کے ہاں صابر اور شاکر نہیں لکھا جاتا، جو شخص دین کے معاملے میں اپنے اوپر سے دیکھتا ہے اور اپنے سے بہتر شخص کی اقتدا کرنے لگتا ہے.....اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے دیکھتا ہے اور اپنے سے کم شخص کو نظر میں رکھتا ہے تب وہ اللہ کی تعریف

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرنے لگتا ہے کہ مالک نے اس پر کتنا فضل کیا.....ایسے شخص کو اللہ اپنے ہاں صابر اور شاکر لکھ لیتا ہے مگر جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے دیکھتا ہے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر دیکھتا ہے اور یہ دیکھ دیکھ کر افسوس ملتا ہے کہ ہائے اسے دنیا کی فلاں چیز نہ ملی تو ایسے شخص کو اللہ اپنے ہاں صابر اور شاکر نہیں لکھتا''۔

اسی اسناد سے عبداللہ بن عمرو سے ایک موقوف روایت آتی ہے:

''چار باتیں جس شخص میں پائی جائیں اللہ اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے:

جس کا بات بات پر سہارا لا الہ الا اللہ ہو،

جسے مصیبت آئے تو وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہے،

اسے کچھ ملے تو الحمدللہ

کوئی گناہ ہو جائے تو کہنے لگے استغفر اللہ

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں: مجھے کسی دانا کی یہ بات ملی ہے کہ: اللہ اپنی نافرمانی پر کبھی بالکل بھی عذاب نہ دے تب بھی اس کی نعمت کے پاس کا تقاضا ہے کہ اس کی نافرمانی نہ ہو!''۔

آدمی اللہ کے دو قسم کے حقوق کا اسیر ہے:

اللہ کے انسان پر دو قسم کے حقوق ہیں اور ان کی قید سے وہ عمر بھر آزاد نہیں ہوتا۔ ایک اس کا امر و نہی ہے اور جو کہ اللہ کا خالص حق ہے جسے ادا کر دینا آدمی کا فرض ہے اور دوسرا اس کی نعمتوں کا شکر کرنا جو کہ وہ انسان پر کرتا ہی رہتا ہے۔

اللہ انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی نعمتوں کا پاس کرتا اور ان پر شکر گزار ہوتا رہتا ہے اور اسے جو جو حکم دیا جائے وہ اسے پورا کرے اور یہ دونوں کام کرنے میں اپنے قصور اور کوتاہی کا برابر

www.sirat-e-mustaqeem.com

اعتراف کرتا رہے.....اور اس بات کا ادراک کرتا رہے کہ وہ بخشش اور مغفرت کیلئے اللہ کا ہر دم ہی محتاج ہے اور یہ کہ اگر اس کو اللہ نے اپنی رحمت سے نہ سنبھالا تو اس کے تباہ ہو جانے میں کوئی بھی شک نہیں۔ انسان میں دین کی سمجھ اور تفقہ جس قدر بڑھتا ہے اتنا ہی وہ اس ادائے فرض میں اپنے قصور کا بڑھ کر اعتراف کرتا ہے۔ دین بس یہی نہیں کہ آدمی ظاہری طور پر گناہوں کو چھوڑ دے۔ دین کا مطلب تو دراصل یہ دیکھنا ہے کہ وہ کون سی بات ہے اور کون سی ادا ہے جو اللہ کو خوش کر جائے۔ اکثر دیندار ان باتوں کو بس اتنی ہی توجہ دیتے ہیں جتنی کہ عوام الناس کے ہاں ضروری جانی جاتی ہے۔

رہا یہ کہ آدمی جہاد کا فرض ادا کرے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے، اللہ اور رسول ﷺ کی خاطر اللہ کے بندوں سے ہمدردی کرے اور ان کی بھلائی اور نصیحت کے لئے دوڑ دھوپ کرے اور یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اور اس کے دین کی اور اس کی کتاب کی نصرت کرے.....یہ تو فرائض ان کے وہم وگمان تک میں نہیں آتے .....کجا یہ کہ وہ اس کے لئے عزم مصمم کرتے ہوں اور یہ تو خیر اس سے بھی بڑی بات ہے کہ وہ ان فرائض کی بالفعل ادائیگی میں مصروف ہوں۔

جو شخص دین میں جتنا پیچھے ہوگا اور جتنی اس کی اللہ کے ہاں وقعت کم ہوگی اتنا ہی وہ ان فرائض کو ترک کرے گا چاہے بظاہر وہ دنیا کا بڑا زاہد کیوں نہ ہو۔ چنانچہ آپ کم ہی دیکھیں گے کہ کسی دیندار کا اللہ کی خاطر غصے میں آکر چہرہ لال ہوا ہو یا وہ اللہ کی نافرمانی پر سیخ پا ہوا ہو.....یا یہ کہ اللہ کے دین کو نصرت دینے میں اس نے اپنی عزت پر کوئی حرف آنا ناگوار کیا ہو۔ ایسے دیندار سے تو وہ گناہ گار اچھے جو اللہ کیلئے خوش ہونا اور اللہ کیلئے غصہ کرنا جانتے ہوں۔ ابو عمرو دیگر اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اللہ نے اپنے ایک فرشتے کو حکم دیا کہ وہ ایک بستی کو زمین میں دھنسا آئے۔ فرشتے عرض کی۔ اے میرے رب وہاں تو فلاں زاہد اور عابد شخص بستا ہے۔ اللہ نے فرشتے کو حکم دیا: ''اسی سے شروع

www.sirat-e-mustaqeem.com

کرو۔ برائی کو دیکھ کر کبھی ایک دن بھی اس کی حالت غیر نہیں ہوئی''۔

جہاں تک نعمت کے اعتراف کا تعلق ہے تو اعتراف نعمت کا تقاضا ہے کہ آدمی کی نظر سے اپنی ہر اچھائی اور ہر نیکی روپوش ہو جائے، چاہے اس نے دنیا جہاں کے نیک اعمال کیوں نہ کر لئے ہوں.....کیونکہ اللہ کی نعمتیں اس پر ہیں ہی اتنی کہ اس کے اعمال کا اللہ کی ان نعمتوں سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔اللہ کی تو چھوٹی سی چھوٹی نعمت بھی اتنی بڑی ہے کہ آدمی کے بڑے سے بڑے عمل پر ایک وہی بھاری پڑ جاتی ہے۔چنانچہ بندے کا صحیح مقام صرف مقام بندگی کا احساس ہے۔بندے کے لائق بس یہی بات ہے کہ اس کی نگاہ ہر دم اللہ کے حق پر ٹکی رہے اور اللہ کا حق اس کی نظر سے کسی لمحے روپوش نہ ہو۔

چنانچہ اعتراف نعمت اور احساس فرض.....دو ایسی چیزیں ہیں جو بندے کی نظر سے اس کی ہر اچھائی اور نیکی کو روپوش کرا دیتی ہیں۔آدمی ہر وقت اپنے قصور کا معترف رہتا ہے،سب کچھ کر کے بھی معافی کا خواستگار رہتا ہے اور ہر معاملے میں اپنے نفس کو ملزم ٹھہراتا ہے۔

اعتراف نعمت اور احساس فرض.....آدمی اللہ کی رحمت کے کتنا قریب ہوتا ہے جب وہ ان دو خوبصورت احساسات کے بیچ بستا ہے۔کچھ کر دینا تو بڑی بات ہے اللہ کے حق میں تو احساس کا حق ادا کر دینا بھی آسان نہیں

الٰہی! بس تیرا سہارا!

اردو استفادہ واختصار　　از عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین　　امام ابن القیمؒ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.com

ترجمہ واختصار: محمد زکریا خان

الٰــہِ واحـــد

محمد الغزالی

قرآن مجید جن بنیادی موضوعات کو راسخ کرنا چاہتا ہے ان میں سے ایک اِلَـہ کا واضح اور درست تصور ہے۔ جس کی جستہ جستہ معرفت کرانا قرآن کے ہر صحیفے کا مرکزی مضمون ہے۔ بلاشبہ زمانہ قدیم سے لوگ اِلَــہ کے تصور سے منسلک رہے ہیں۔ لیکن یہ ناقص اور غیر حقیقی معرفت تھی۔ وہ رب حقیقی کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی پرستش کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اپنے تراشے ہوئے معبودوں سے ان کی وارفتگی اور خشیت، حقیقی معبود سے بڑھ کر ہوتی ان کی ان معبودوں کی عبادت کے جتن اس سے کہیں زیادہ ہوتے جتنا کہ وہ حقیقی معبود کے سامنے سربسجود ہوتے۔

الوہیت کی حقیقت سے عدم معرفت کی بناء پر لوگوں نے انبیاء کرام سے مخاصمت اور شدید عداوت رکھی کیونکہ وہ صرف اور صرف اِلَــہ حق کی عبادت پر زور دیتے اور دلوں میں سمائے باقی تمام آلھـہ کی عبادت کا انکار کرتے۔ غور فرمایئے قوم ھود اپنے نبی پر سب سے بڑا اعتراض یہ کرتی ہے کہ وہ اکیلے اِلَہ کی عبادت پر کیوں مصر ہے!

أجـئتـنا لنعبد الله وحده ونذر ما كان يعبد آباؤنا ، فائتنا بما تعدنا ان كنت من الصادقين . (الاعراف: ٧٠)

''کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم ایک اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے بڑے جن کی عبادت کرتے رہے، ان کی عبادت ترک کر دیں۔ اگر تو اتنا ہی سچا ہے تو پھر لے آ وہ عذاب جس کی تو

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہمیں دھمکی دیتا ہے''۔ ہر نبی کے ساتھ اُس کی قوم نے یہی سلوک کیا۔

جو لوگ الوہیت کی صحیح معرفت نہیں رکھتے وہ دوسرے معبودوں کو شریک کر لیتے اور ایک گروہ ایسا بھی رہا ہے جو سرے سے الوہیت کا قائل ہی نہیں رہا اس گروہ کے نزدیک زندگی کا آغاز اچانک ہوا۔ اور مختلف اتفاقات سے اس میں ترقی ہوئی۔ ایک سے دوسرا مرحلہ بلا کسی حکمت و ہدف کے طے ہو رہا ہے.....

پچھلے زمانوں میں یہ گروہ مشرکین کی نسبت بہت کم ہوا کرتا تھا۔ مگر موجودہ دور میں انہیں کی کثرت ہے۔ ان کی تعداد بڑھنے میں دوسرے عوامل موجودہ دور میں دستیاب ہو گئے تو اب تقریبا پوری دنیا کی زمام کار ایسے ہی ناشک لوگوں کے پاس ہے۔

مشرق و مغرب میں ان کا ایک ہی تصور حیات ہے: **إن هي إلا حياتنا الدنيا نموت ونحيا وما نحن بمبعوثين .**

''مرنا جینا بس اسی دنیا پر موقوف ہے، اور ہم دوبارہ ہرگز نہیں جی اٹھیں گے''۔

جب ان کا کسی خالق پر ایمان نہیں، وحی کے وجود پر ایمان کیا ہوگا۔ ان حضرات کا کل علم یا تو ان مذاہب سے موخوذ ہے جن کے پاس سرے سے نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ وہ اس کا دعویٰ کرتے ہیں، یا پھر آسمانی ادیان میں سے ان کی نظر عمیق محض تحریف شدہ یا منسوخ کتابوں پر ٹکی ہے۔ ان خرافات کے مطالعے کے بعد ان حضرات کا ہر سچائی سے اعتبار اٹھ گیا۔ حق کے اصل سرچشمے تک ان کی رسائی نہ ہو سکی، خود ان کی فطرت اتنی شفاف نہ رہ سکی کہ کسی صحیح سمت میں انہیں لے جاتی۔ اب ہم دیکھنا چاہیں گے کہ قرآن ان دونوں ذہنیتوں کا علاج کس طرح کرتا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا تعارف دو حیثیتوں سے کراتا ہے۔

(الف): تمام مخلوقات لمحہ بہ لمحہ اس کی محتاج ہیں، اپنے وجود کیلئے اور اسے باقی رکھنے کیلئے، مخلوق کا

www.sirat-e-mustaqeem.com

تصور بلا خالق اور نظم کائنات بلا دانا و مدبر کے بھلا ممکن ہے

(ب): مخلوقات کا خالق اور ان کا مدبر اکیلا ہے کوئی اور اس کے شریک کار نہیں، نہ اس کے جیسا نہ اس کے برخلاف، بجز اس کے ذات کے سب فانی ہیں۔ ساری مخلوقات، کیا انسان اور کیا جن، کیا بندہ اور کیا شاہ، اس کے آگے حقیر ترین ہستیاں ہیں۔ اپنی تخلیق کے لحاظ سے مٹی کے ایک ذرے سے لے کر سجدے میں پڑے ہوئے فرشتوں تک اس کے بنائے ہوئے قالب میں ڈھل کر اپنے عبد ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر، کونپل سے باغات بنانے والا، پھلوں میں رس اور پھولوں میں رنگ بھرنے والا وہی ہے، جو اندھیرے کو پھاڑ کر اجالا نکالتا ہے۔ نور کو آفاق میں پھیلانے والا، آسمانوں پر تیرنے والے ستاروں کو محوری گردش میں جکڑنے والا، بغیر ایندھن یا پروں کے اپنے رب کے سہارے تارے محو پرواز ہیں۔

کوتاہ بین فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں سوال کیا تھا۔ وہ مخلوق ہو کر خالق کائنات کا - معاذ اللہ - احاطہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا جواب بھی اپنی مثال آپ تھا۔ انہوں نے کہا اللہ اپنا تعارف اسماء وصفات کے ذریعے کراتا ہے، وہ خالق ہے، رازق ہے، اس کے اوامر سے مخلوقات روبہ کار ہوتی ہیں۔ ایسے کام کرنے والا جس کا کوئی اور دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس تاریخی بحث کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قال فرعون ، وما رب العالمين

فرعون نے پوچھا ''جہانوں کا رب کون ہے''؟

قال رب السموات والارض وما بينهما ان كنتم موقنين

www.sirat-e-mustaqeem.com

حضرت موسیٰ نے کہا: ''اگر تم یقین کرنے والے ہو تو وہ پوری زمین اور تمام آسمانوں کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے ان سب کا رب ہے''۔

قال لمن حوله ألا تسمعون

فرعون نے اپنے گرداگرد کھڑے لوگوں سے کہا: سنا تم نے

قال ربكم ورب أبائكم الاولين

موسیٰ نے کہا: تمہارا رب بھی اور تمہارے ان آباء واجداد کا رب بھی جو گزر چکے ہیں۔

قال ان رسولكم الذى ارسل اليكم لمجنون

(فرعون نے) کہا: یہ جو رسول تمہاری طرف بھیجا گیا ہے نرا کودن ہے۔

قال رب المشرق والمغرب وما بينهما إن كنتم تعقلون

(موسیٰ نے) کہا: اگر آپ عقل (اور سمجھ بوجھ) رکھتے ہیں تو وہ مشرق ومغرب اور جو کچھ ان کے بیچ ہے سب کا رب ہے۔

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر بھی فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کی بحث تفصیل سے بیان ہوئی ہے۔ اُس میں بھی موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا تعارف اُس کے اچھے ناموں اور صفات وافعال سے کراتے ہیں۔

فرعون نے پوچھا۔ **فمن ربكما يا موسىٰ** ، موسیٰ، تم دونوں (بھائیوں) کا رب کون ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: **قال ربنا الذى اعطى كل شىءٍ خلقه ثم هدى**

ہمارا رب وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، اور اس کے کام کرنے کا صحیح طریقہ بھی متعین کیا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

قال فما بال القرون الاولی : فرعون نے کہا: اور پہلے جو نسلیں گزر چکی ہیں ان کی پھر کیا حالت تھی۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: **قال علمها عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی**

اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے، میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔

الذی جعل لکم الارض مهدا وسلککم فیها سبلا وانزل من السماء ماءً فاخرجنا به ازواجاً من نباتٍ شی کلوا وارعوا انعامکم . ان فی ذلک لایات لاولی النهی . منها خلقناکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة أخری .

وہی ہے جس نے زمین کا فرش بچھایا اور اس میں تمہارے چلنے کو راستے بنائے، آسمان سے ایسا پانی برسایا، کہ اس سے ہم نے قسم قسم کی پیداوار نکالی، تم بھی کھاؤ اور اپنے مال مویشی بھی چراؤ۔ عقل رکھنے والوں کیلئے اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی (مٹی) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے وجود پر بحث، یہ مخلوقات کے بس کی بات نہیں۔ نہ انہیں زیب دیتی ہے۔ اس کا مقام اس سے بہت اونچا اور متبرک ہے۔ انسانوں میں اگر کچھ اندھے پائے جانے لگیں جو اس کی عظمت کو محسوس تک کرنے سے عاری اور اس کے شکر گزار ہونے تک سے انکاری ہیں تو ایسے کور چشموں کے ساتھ مغز کھپانے اور ان کے 'شبہات' کا جائزہ لینے پر وقت کیوں ضائع کیا جائے۔

ہمارے لئے یہی مناسب تھا کہ رب العالمین اپنے افعال اور اسماء کا تعارف خود کرائے اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہم اس کو دُھرا دُھرا کر حق عبودیت ادا کرتے رہیں۔ وہ خود ہی اپنی کبریائی، عظمت اور جلال بیان کرسکتا ہے۔ سورۂ مومن میں وہ ادب بیان ہوا ہے جس کی پیروی کرنی ہے اور غلط سمت میں سوچنے پر تنبیہ اور اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ فرمایا:

إن الـذيـن يجادلون فى آيت الله بغير سلطان اتهم ان فى صدورهم اِلا كبر ما هم ببالغه فاستعذ بالله اِنه هو السميع البصير.

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی مستند حوالے کے بغیر اللہ کی آیات میں بحث وجدال کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ وہ تکبر ہے جو ان کے اندر بھرا ہوا ہے۔ وہ (رب) کی بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں۔ جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں، بس (ایسے وقت) اس کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

معاملہ تو یہ ہے کہ انسان اب تک اپنی ذات کی جستجو میں بھٹکتا پھر رہا ہے۔ میرے جلد کے روؤں کو ہی دیکھو، سائنس دان کہتے ہیں: ''جسم پر پائے جانے والے ہزاروں بال، کوئی ان میں سے گر جاتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا اگ آتا ہے اور کوئی تادم مرگ جسم سے پیوستہ رہتا ہے، بھلا کیوں! حیرانی''۔

ہماری ہڈیوں کے گودے میں کیا کاری گری ڈال دی گئی ہے کہ اس سے خون کے سفید اور سرخ جرثومے ایک اور ہی قسم کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ تحقیقات جاری ہیں، مزید نتائج متوقع ہیں۔ ان میں زندگی کیوں کر پھوٹ پڑتی ہے، سب ششدر کر دینے والے سوالات ہیں۔

علم کے نام پر الحاد کی راہ ہموار کرنا علمی دیانت داری نہیں بلکہ ایک نفسیاتی بیماری ہے، جنہیں اشیاء کی کارکردگی میں خدائی ہاتھ نظر نہیں آتا۔ ایک طرف الحاد نے الوہیت کے ادراک میں رکاوٹ ڈالی ہے تو دوسری طرف ایک اور انتہا شرک کرنے والوں کی ہے۔ دوسرے فریق کے نزدیک اللہ تعالیٰ موجود تو ہے مگر اسے مددگاروں کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ مددگار بھی قابل پرستش

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہیں۔ان کی آشیر داد کے بغیر سب سے بڑے اِلٰہ تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی۔

اللہ فرماتا ہے: یہ دوسری نیچ کی ہستیاں جن کی عبادت کرنے میں تم شدید رغبت رکھتے ہو محض نام ہیں جو تم نے رکھے ہوئے ہیں، تمہارے خیالات، ہیں، جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں، جھوٹے افسانے جو تم نے گھڑ رکھے ہیں۔اللہ فرماتا ہے:

واتخذوا من دونه آلهة لا يخلقون شيئًا وهم يخلقون ولا يملكون لأنفسهم ضراً ولا نفعاً ولا يملكون موتاً ولا حياةً ولا نشورا . (الفرقان:۳)

لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لئے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں ،ایسے کہ اپنے نفع ونقصان کے مالک بھی نہیں ہیں۔جو نہ مار سکتے ہیں، نہ زندگی بخش سکتے ہیں اور نہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ بیشمار لوگ اوھام کو پوجتے رہے۔اس قدر سطحی سوچ، پھر ان آلھة سے تعلق کی نوعیت محض ایک سفارش کرنے والے کی سی نہ تھی، بلکہ ان کا احترام اور ان سے محبت حقیقی معبود سے بھی بڑھ کر تھی۔

ذرا ان پجاریوں کا علمی زقند ملاحظہ فرمائیں:

بدھ مت کا اِلٰہ مہاتما بدھ کے حالات زندگی کا مطالعہ کیجئے ،ساری زندگی اس کے علم کا سرچشمہ زمین بنی رہی۔کبھی اپنے اوپر آسمان تک ان کی نظر نہ اُٹھ سکی۔بدھ مت کے پیروکار اُسے اِلٰہ سمجھتے ہیں۔ہندوستان اور چین کے دوسرے آلھة تو مہاتما بدھ سے بھی کہیں ادنی درجہ کے ہیں۔

سورۃ انعام میں اس فریب نظر کا علاج قرآن اس طرح تجویز کرتا ہے۔

اے نبی ان سے کہو، کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا بھی کہ وہ ہستیاں ہیں کیا، جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، ذرا مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین میں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں کی تخلیق

www.sirat-e-mustaqeem.com

وتدبیر میں اُن کا کیا حصہ ہے۔اس سے پہلے آئی ہوئی کوئی کتاب یا علم کا کوئی بقیہ جو دلیل کے طور پر پیش کر سکو تو وہی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن ہستیوں کو پکارے جو قیامت تک اُسے جواب نہیں دے سکتے۔ بلکہ اس دعاء سے ہی بے خبر ہیں جو اُن سے مانگتے ہیں۔

شرک کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان اور چین اشتراکی نظریہ کے سامنے دم بخود ہو گئے اور کئی خداؤں کے ماننے والے اب ایک اللہ کو بھی نہیں مانتے۔ کیونکہ اشتراکی انقلاب نے عقلی دلیلوں سے ان جھوٹے خداؤں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ حقیقی خدا سے وہ پہلے ہی غیر آشنا تھے، آخر کو ملحد بنے۔

عیسائی مذہب میں معبود کا جو تصور ہے اس پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں:

عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر، جبریل وحی پہنچانے والے اور اللہ حقیقی معبود۔ یہ تھے اصل حقائق، نہ حضرت عیسیٰ نے خدائی کا دعویٰ کیا نہ جبریل امین نے، دونوں اپنے پیروکاروں سے زیادہ باشعور تھے کہ ایسا دعویٰ کرتے۔ ابتداء میں عیسائی مذہب میں خالص توحید پائی جاتی تھی۔ جب صدیوں بعد اہل روم نے عیسائی مذہب اپنایا تو یونان کے تمام دیوتا اس مذہب میں گھس گئے، تین خدا جُدا جُدا رہتے ہوئے ایک معبود کہلائے۔ تثلیث میں توحید! عقل مات کھا گئی۔

تثلیث کا فلسفہ کیا ہے۔ باپ (خدا) کی دلجوئی کے لئے آدم کی غلطی بیٹے (عیسیٰ) نے اپنے سر لے لی۔ کیا بوالعجبی ہے! اس پر عیسائی مذہب کے پیروکار مصر ہیں کہ وہ توحید پرست ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ کیا تین اِلٰہ تین قسم کی صفات ہیں جو ہر ایک کے حصے میں ایک تہائی پائی جاتی ہیں۔

فرماتے ہیں، ہر ایک اقنوم الٰہ ہے!

www.sirat-e-mustaqeem.com

دراصل عیسائی عقیدے میں یونان کی بت پرستی شامل ہوگئی جس سے توحید پر چلنے والے تثلیث کا شکار ہوگئے ۔روما کے لئے کیا یہ بہتر نہ تھا کہ وہ اپنے بت پرستی والے عقیدے پر رہتے ،ادھوری نصرانیت اپنا کر نہ وہ خالص بت پرست رہے نہ خالص توحید پرست ۔

عربوں نے اللہ کیلئے بیٹیاں تخلیق کر رکھی تھیں ،روما نے بیٹے بھی بناڈالے ۔ضروری تھا کہ قرآن شرک کی اس نئی قسم کا بھی ردّ کرے ، جو ایک رب میں مختلف اجزاء کی متلاشی ہو۔سورۃ اخلاص میں اِلٰہ کا اس طرح تعارف ہے جو اِلٰہ کے سزاوار ہے ۔

کہو، وہ اللہ ہے ، یکتا

اللہ سب سے بے نیاز ، سب اُس کے محتاج

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی کی اولاد

دراصل اس کے پاسنگ کوئی ہے نہیں

اللہ فرماتا ہے ۔**یخلق ما یشاءُ** جسے چاہے پیدا کرتا ہے ۔

اِلٰہ ایسا ہی ہونا چاہئے جو ہر قسم کے قانون اور ضابطے سے بلند و بالا ہو۔

عیسیٰ بن مریم کا بلا باپ کے پیدا ہونا ،کسی الٰہی صفت کو مستلزم نہیں ہے اور نہ ہی انہیں بشریت کے درجے سے خارج کرتا ہے ، وجود اور نظام حیات دونوں توحید کی بدولت ہیں ۔

کیا ایک برقی قمقمہ اپنے آپ روشن ہے یا اُسے کسی اور قوت سے روشن کیا جاتا ہے ۔اگر یہ قوت لمحہ بھر کیلئے منقطع ہو جائے تو روشنی ندارد ۔ہر متحرک چیز کے پیچھے کوئی محرک ہوتا ہے ۔ہمہ وقت حرکت کیلئے ہمہ وقتی محرک ۔

ہم سارے انسان مخلوقات ہیں ،اگر اللہ ہمیں تخلیق نہ کرتا ،یا باقی رہنے کے انتظام نہ کرتا رہے تو ہمارا نام و نشان بھی نہ ہوتا ۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

هو الاول والآخر والظاهر والباطن ، وهو بكل شيءٍ عليم

وہی اول ہے وہی آخر بھی ہے اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی ،اور وہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

جب بادل گرجے یا بجلی کوندے تو اس کے پیچھے امر ربی ، مینہ برسے یا رُت بدلے، اذن اللہ کا سورۃ رعد میں وہ فرماتا ہے:

''وہی ہے جو تمہارے سامنے بادلوں میں بجلی چمکاتا ہے، اسے دیکھ کر تم امید وبیم میں پڑ جاتے ہو، پانی سے لدے بادل وہی لا کھڑا کرتا ہے، بادلوں کی گھن گرج حمد کرتے ہوئے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اور فرشتے الگ اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے تسبیح بیان کرتے ہیں۔ کڑکتی ہوئی بجلیاں جن پر چاہے عین حالت بحث میں اُن پر گرا دیتا ہے۔ فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہوا کرتی ہے۔ (سورہ رعد)

زندگی بخشنے میں یا جان لینے میں، زرخیزی لانے یا زمین کی پیداوار روکنے میں کسی کا دخل نہیں۔ اللہ اپنی ذات اور افعال میں یکتا ہے، یہ ایک بدیہی اور ازلی حقیقت ہے، کل مخلوق، زمین تا ثریا اس کی لمحہ بہ لمحہ محتاج۔

لا قــوـۃ اِلا بـالله قوت کا ذریعہ اللہ کی استمداد سے ہے، وہی ہوتا ہے، جو اللہ چاہتا ہے ،اللہ کی مشیت پر بحث ایک جاہل ہی کرسکتا ہے۔

مخلوق کی یہ مجال کہ خالق جیسی ہو جائے، جو چیز ایجاد ہو وہ خود اپنی موجد ہو۔

توحید کی صحیح پہچان ہمیں محمد ﷺ نے کرائی اور اسلام کو ہمارے لئے دین بنایا، اسی دین پر چلتے رہنا انسان کی معراج کہلاتا ہے۔ پھیلتا آسمان اور زمین کی اتھاہ گہرائیاں ایک ہی سبق دہراتی ہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

اے ہمارے پاک اور متبرک رب! جس کی حمد وثناء میں پوری کائنات رطب اللسان ہے ،ہم کیوں نہ اس کے نغمے بولیں۔اس کائنات کے نظم سے نکلنا فطری ضابطے سے بغاوت ہوگا ،من موہنے سروں میں بے سُرے آدھمکے ۔سرکشی چھوڑ کر اسلام کا چولا پہنیں ،مخلوق سے متاثر ہونا چھوڑ دیں ،خواہشات کو کھرچ کھرچ کر کھرا دل لے آئیں ،اور جیسے جیسے الوہیت سے شناسا ہوں عبادات میں بڑھتے چلے جائیں ،الوہیت کی وسعتوں کو پانے کی جتن کریں۔اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنٰی ہی اس کی صفات کمال تک پہنچانے والے ہیں ۔انہیں اسماء وصفات سے وہ اپنا تعارف کراتا ہے ۔کلام اللہ میں جگہ جگہ اس کے اسماء الحسنٰی چمکتے موتیوں کی طرح منور ہوتے ہیں ۔کہیں یہ موتی لڑیوں کی شکل میں ملتے ہیں ۔ مجھے دس سطروں میں سولہ نگینے ملے ۔ان ناموں سے وابستہ رہنا ،انسان کی اتنی بڑی ضرورت ہے تب ہی قرآن کی اکثر آیات میں اسماء وصفات کی تکرار ہے۔

ان آیات مبارکہ میں ذرا اسماء وصفات کا شمار تو کیجئے

’’والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقاً حسنا ‘‘

جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ، پھر وہ (اسی راہ میں)قتل کردیئے گئے یا وفات پاگئے ،ہم انہیں بالتاکید بیش قیمت رزق سے نوازیں گے۔

’’ وان اللہ لھو خیر الرازقین ‘‘

اور وہ اللہ ہی تو ہے جو ہر رزق دینے والے سے بڑھ کر رزق رساں ہے۔

’’ لیدخلنھم مدخلاً یرضونہ ‘‘

ہم انہیں یقیناً ایک ایسے مقام میں پہنچائیں گے جسے وہ بے حد پسند کریں گے۔

’’ وِان اللہ لعلیم حلیم ‘‘

بلاشبہ اللہ بے حد علم رکھنے ولا بردبار ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

ذلک : یہ تو رہی ایک بات۔

'' ومن عاقب بمثل ما عوقب به ثم بغیٰ علیه لینصرنه الله ''

اور جو کوئی ادلے کا بدلہ دے مساوی، پھر اس پر زیادتی کی گئی ہو تو اللہ ایسے (مظلوم) کی ضرور مدد کرے گا۔

'' ان الله لعفو غفور ''

بے شک اللہ درگزر بھی کرتا ہے اور مغفرت بھی قبول کرتا ہے۔

''ذلک بان الله یولج اللیل فی النهار ویولج النهار فی اللیل ''

وہ ایسا اس لئے کرتا ہے کہ اللہ ہی رات سے دن اور دن سے رات کو نکالتا ہے۔

''وان الله سمیع بصیر '' اور اس لئے بھی کہ اللہ سمیع (خوب سنتا) ہے اور بصیر (خوب دیدہ ور) ہے۔

ذلک بان الله هو الحق وان ما یدعون من دونه الباطل

''یہ اس لئے کہ اللہ ہی سر بسر حق اور سب کے سب باطل، جنہیں اللہ کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں''۔

وان الله هو العلی الکبیر : ''اور اللہ ہی بالا دست معظم ہے''

الم تر ان الله أنزل من السماء ماءً فتصبح الأرض محضرة

''کیا تم دیکھتے نہیں، اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے، اور اس کی بدولت زمین سرسبز ہو جاتی ہے''

ان الله لطیف خبیر : ''حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف (نازک کام کرنے والا) اور خبیر (اس نازک کام پر پوری مہارت رکھنے والا) ہے''

www.sirat-e-mustaqeem.com

له ما فی السموات وما فی الارض

''اُسی کا ہی تو ہے وہ سب جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے''۔

وان اللہ لھو الغنی الحمید : ''خبردار، یہ خیال نہ کرنا کہ (اللہ کو کچھ اس ساز وسامان کی حاجت ہے) وہ تو سب سے بے نیاز ہے مگر پھر بھی سب اسی کے ثناء خواں ہیں''۔

الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی الارض والفلک تجری فی البحر بأمرہ

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے اور اسی کے حکم سے کشتی سمندر میں تیرتی ہے''۔

ولیمسک السماء ان تقع الأرض الا باذنہ

''اور وہی آسمان کو تھامے ہوئے ہے کہ مبادہ زمین پر آن پڑے، یہ اُسی کے حکم سے ہے (یہ اپنی جگہ قائم ہے)''۔

اِن اللہ بالناس لرؤف رحیم : ''بے شک اللہ لوگوں کے حق میں بڑا مشفق اور رحیم ہے''۔

ایسے رب کو چھوڑ کر ہمیں کہیں اور بھٹکنے کی کیا ضرورت ہے، کیا ان آیات کا تسلسل دل میں اس عظمت اور محبت کو پیدا نہیں کرتا۔ مخلوق کے کارہائے نمایاں اور میرے رب کی کاری گری، کشاں کشاں لذت عبادت کے ساتھ، بشری کاری گری سے بے نیاز، مادہ اور اس کی عبادت سے دور، خالق مادہ کی جناب میں، حیرت ثناء خواں، پرامید اور خائف۔

قرآن ہی عقیدے اور عمل کو آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔

جہاں قرآن عقائد میں شرک کا قلع قمع کرتا ہے وہاں انسانی رویے میں وہ خوبی پیدا کر دیتا ہے جو توحید کی حقیقت کو اپنا لیتا ہے۔ طرز عمل میں متانت تب ہی ممکن ہے جب باطن میں توحید کی

www.sirat-e-mustaqeem.com

حقیقت رچ بس گئی ہو۔نفس اگر خواہشات کا قیدی رہا تو پھر حریت نفس کہاں سے آئے گی ۔کئی روحیں آزاد ہوتی ہیں،تو بہت سی خواہشات کی غلام بھی ہوتی ہیں۔

غیر اللہ سے قرآن مجید بندوں کو ایسا مایوس کرتا ہے کہ وہ انتہائی حالات میں بھی اُسی کے در سے چمٹے رہیں۔سورہ ملک میں ارشاد ہوتا ہے:

''بتاؤ آخر وہ کون سا شکر ہے جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرسکتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ منکرین دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں''۔

اچھا یہ بتاؤ اگر رحمان اپنا رزق روک لے تو تمہیں کون رزق دے سکتا ہے؟۔

دراصل یہ لوگ سرکشی اور گریزی حق پر اڑے ہوئے ہیں۔اس عقیدے سے جو عملی رویہ تیار ہوگا وہ اپنے رب پر کامل بھروسا کرنے والا،اور دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے والا ہوگا۔تنگی میں بھی وہ قانع اور پرسکون ہوگا۔لوگوں کی معمولی ضروریات مرتبہ سے گرادیتی ہے۔ان کا رویہ ضروریات کے تحت روبکار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام بعد از نماز دعاء کرتے:''اے پروردگار جو تو دیتا ہے وہ کوئی روک نہیں سکتا،جو تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا،کسی صاحب حیثیت کی ہستی تیرے مقابلے میں اسے نفع نہیں دے سکتی۔

اللہ اس طرح آزماتا ہے،کبھی رزق کی فراوانی سے،کبھی اس کی تنگی سے اور کبھی خوش بختی سے اور کبھی آزمائش میں ڈال کر۔وہ دیکھتا ہے کہ اس کے رویے کا تعین گھڑی گھڑی بدلتے حالات کرتے ہیں یا عقیدہ توحید یہی رویہ وہ جنس ہے جس کی اس کے ہاں قیمت لگتی ہے۔ٹھاٹ باٹ اور رزق پوش وہاں دھجی کو ترستے ہوں گے۔

ایک مسلمان بیم ورجاء دونوں حالات میں رب کا در نہیں چھوڑتا۔قرآن مجید توحید کے نور

www.sirat-e-mustaqeem.com

سے دلوں کو منور کرتا رہتا ہے، جب سینے اس نور سے بھر جائیں، تب عمل میں استقامت پیدا ہوتی ہے ، پھر ایک پکا مومن بھاگ کر نیکی اپناتا ہے اور بدی سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔ ایسے مومن مل کر ایک منظّم تحریک بن جاتے ہیں، جو اللہ کے کلمے کو سرفراز کرنے میں اپنی صلاحیتیں کھپا دیتی ہے۔

بلا توحید جو عملی رویہ سامنے آئے گا وہ بھڑ چال ہوگا۔ ان کا رخ معدہ اور آنتیں کرتی ہیں ۔ ہر حرکت کے پیچھے خواہش نفس کارفرما ہوتی ہے۔

ہم مسلمانوں کے طرز عمل میں کون سی قوت محرکہ ہے؟

اس آیت مبارک کا کوئی اثر آپ دیکھتے ہیں۔ **واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین** اور احسان (ہر قسم کے کام میں خوبی پیدا کرنا) کیا کرو، بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اس آیت کا مصداق یہ ہے کہ میں اپنے کاموں میں ایک نظم پیدا کروں، سستی اور بے دلی چھوڑ کر کام میں خوب دلچسپی لوں، دین و دنیا دونوں کے کام کرتے ہوئے ان میں ایک قسم کا حسن اور مہارت تامہ پیدا کروں۔

میرا پروردگار بے مقصدیت، غیر سنجیدگی اور بدنظمی کو پسند نہیں کرتا، دیکھو تو میرے رب نے ہر چیز کو کتنا بے عیب (پرفیکٹ) بنایا ہے۔ اللہ کی صناعت میرے لئے نمونہ ہو۔

امت اسلامیہ جسے بین الاقوامی سطح پر ایک منظّم اور پرشکوہ نمونہ بننا چاہئے تھا بہت سے امور میں ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

اس رویے میں تبدیلی کب ہوگی۔ جب دلوں میں اللہ کی محبت بس جائے گی، اس کے بعد بخوشی کسی کام کو ہنرمندی اور خوبی حسن سے انجام دیں گے، اس لئے کہ میرا اللہ کاموں میں حسن کارکردگی کو پسند کرتا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

واللہ یحب المحسنین ۔پھر جب کارکردگی میں نکھار پیدا ہو جائے گا تو ہم اس پر اترانا بھی چھوڑ دیں گے، کیونکہ میرا اللہ اترانے کو ناپسند کرتا ہے۔**ان اللہ لا یحب من کان مختالًا فخوراً**

اترانا، ناموری اور سطح بینی، اخلاص کے پیدا ہونے سے دب جاتی ہیں۔اس کے اندر ایک نیا ولولہ پیدا ہوتا ہے، وہ ایک انجان سپاہی ہو، ناموری سے کوسوں دور مقصد کی لگن لئے ہوئے، نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی۔کلمہ تحسین سے ناواقف۔

ریاء بھی شرک ہے، میں دیکھتا ہوں کہ یہ بیماری عملی کام کرنے والوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔قیادت میں یہ بیماری تو اور نمایاں ہے، عام کارکنان کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسی لئے اسلام میں سب سے پہلے توحید کو دلوں میں راسخ کیا جاتا ہے۔جب توحید دلوں میں سما جاتی ہے تو پھر عملی میدان میں اُسے کوئی چیز لڑکھڑا نہیں سکتی۔شریعت کی پاسداری بھی توحید اپنانے کے بعد ممکن ہے۔دل اس طور پر ڈھل جائیں کہ اس میں عمل صالح کے سوتے پھوٹ سکیں۔

ایک مومن کے دل پر اللہ کا فرمان نافذ ہوتا ہے۔کافر سرے سے اپنے آپ کو کسی امر و نہی کا پابند نہیں سمجھتا، نہ اپنے فیصلے شریعت سے کراتے ہیں۔

مشرک کا معاملہ یہ ہے کہ وہ بھی معبود برحق کو چھوڑ کر غیر اللہ سے اپنے فیصلے کراتے ہیں ،دنیاوی امور میں اپنی خواہش پر چلتے ہیں۔دونوں فریق کافر باللہ اور مشرک اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال کر دنیا میں بڑھتے چلے جارہے ہیں۔یہود و نصاری اس بچی کچھی شریعت کو بھی فراموش کر چکے ہیں جو ان کی کتابوں میں رہ گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پوری دنیا اب اس بات پر راضی ہوتی نظر آتی ہے کہ اگر مرد و عورت باہمی رضامندی سے ناجائز تعلقات استوار کریں تو اس پر خاموش رہنا چاہئیے۔دنیا میں سود کا کاروبار بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

قانونی شکل اختیار کر گیا ہے، مئے نوشی بھی کوئی اخلاقی گراوٹ نہیں سمجھی جا رہی۔

شریعت کی حدود ایکٹ نافذ نہیں ہوتی۔ان کی جگہ انسان ساختہ قوانین رائج ہو چکے ہیں ۔اللہ کے احکام کو نافذ کرنا جرم بن گیا ہے اور اس پر اصرار کرنا قابل مذمت ہے۔

قرآن بار بار اعلان کرتا ہے کہ اللہ اکیلا قانون سازی کا اختیار رکھتا ہے:

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی الیکم الکتاب مفصلاً

کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی اور (قانون بنانے والا) فیصلہ کرنے والا تلاش کرتا پھروں ۔حالانکہ اس نے پوری وضاحت سے تمہاری طرف کتاب نازل کر دی ہے۔

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

www.sirat-e-mustaqeem.com

افحکم الجاھلیۃ یبغون ، ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون

(اگر یہ لوگ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو پھر کیا جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟

حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں

دیار مصر کے نامور عالم اور اس صدی کے مایہ ناز محدث وفقیہ علامہ احمد محمد شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ عمدۃ التفاسیر میں سورۃ المائدہ: ۵۰ کی آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس دوٹوک حکم اور بیان کے ہوتے ہوئے مسلمان اس بات کی جراءت کیسے کرتے ہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کو چھوڑ کر یورپ کی لادین اور اوثان پرست شریعتوں سے لی ہوئی شریعت (قانون) کو اپنے ممالک میں اپنائیں۔ ایسی شریعت کہ جس میں خواہشات اور غلط آراء کو داخل کر دیا ہے جیسے ان کے جی میں آئے اس میں تغیر وتبدل کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بنانے والوں کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ ان کی شریعت، شریعت اسلامیہ سے موافقت کرتی ہے یا مخالفت۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

جہاں تک تاریخ کو ہم جانتے ہیں مسلمانوں کا اس قباحت میں مبتلاء ہونا ہمیں نظر نہیں آتا ،سوائے تاتاریوں کے زمانہ میں کہ اس میں مسلمانوں کو اس ذلت سے واسطہ پڑا ہے۔اس زمانے میں تاتاری کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ چنگیزی ''یاسق'' کا احترام کرتے تھے۔ بلاشبہ وہ تمام ادوار میں ظلم وتاریکی کا بدترین دور تھا مگر اس کے باوجود مسلمانوں نے اس کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے تھے بلکہ اسلام تاتاریوں پر غالب ہوکر رہا۔اسلام جب تاتار سے ملا تو اس نے انہیں اپنے اندر ہی گم کر دیا اور اہل اسلام کی اپنے دین اور شریعت پر ثابت قدمی کی وجہ سے تاتاریوں کی اس ناپاک جسارت (یہ کہ اجتماعی زندگی کے اصول اور دستور محمد ﷺ کی بجائے چنگیز خان سے لئے جائیں) کا اثر بالکل زائل ہوکر رہ گیا۔گو اس بری اور ظالم شریعت (قانون) کا مصدر اس وقت کا حاکم ٹولہ تھا اس کے باوجود محکوم امت کا ایک فرد بھی اس کے ساتھ گڈمڈ نہ ہوا نہ ہی خود انہوں نے اس باطل شریعت کو سیکھا اور نہ ہی اپنی اولادوں میں سے کسی کو اس کا علم حاصل کرنے دیا۔نتیجتاً بہت جلد ہی اس کا اثر زائل ہوگیا،ذرہ اندازہ فرمایئے کہ آٹھویں صدی ہجری میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح چنگیز خان کے اس گھڑے ہوئے قانون کی درگت بنائی۔اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آج ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ آج چودھویں صدی کے مسلمانوں کا حال بیان کر رہے ہیں فرق صرف وہ ہے کہ جس کی طرف ابھی ہم نے اشارہ کیا بھی ہے۔کہ اس وقت کے مسلمان محکوم تھے۔اور یہ باطل شریعت صرف حاکم ٹولے کے اندر ہی تھی۔

مسلمان اس سے بالکل الگ تھلگ رہے اور جلد ہی وہ وقت آیا کہ یہ باطل شریعت ،شریعت اسلامیہ کے ساتھ جب ملی تو اپنا وجود کھو بیٹھی اور تاتاری ٹولے کی ناپاک جسارتوں کا اثر زائل ہوکر رہ گیا۔

مگر افسوس کہ اب مسلمانوں کی حالت اس وقت کے مسلمانوں کی حالت سے بدتر ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

۔آج کے مسلمان زیادہ ظلم اور اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس دور کی اکثر مسلم قومیں آج کے مخالف شریعت قوانین میں گھسی جارہی ہیں۔ان قوانین میں اور اس دور کی تاتاری شریعت (جس کو ایک ننگ دھڑنگ کافر نے گھڑ کر اسے ''الیاسق'' کا نام دیا تھا) فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ اسے ایک کافر نے گھڑا تھا اور موجودہ قوانین کو آج وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو کہ اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کی اولادیں اس کو پڑھتی اور سیکھتی ہیں پھر سب بڑے، چھوٹے، باپ اور بیٹے اس پر فخر کرتے ہیں اور اس معاملے کو اس دور کے ''الیاسق'' (وضعی قانون جس کا نام تاتاری دور میں ''الیاسق'' رکھا گیا) کو سینے کے ساتھ لگانے والوں کی طرف لوٹاتے ہیں۔اگر کوئی اس ذلیل حرکت پر ان کی مخالفت کرتا ہے تو اسے حقیر جانتے ہیں۔ جو انہیں اصل دین اور شریعت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کی طرف بلاتا ہے اسے رجعت پسند اور ہٹ دھرم اور اسی طرح کے گھٹیا اور فحش القابات سے یاد کرتے ہیں۔ بلکہ وہ تو شریعت اسلامیہ کے بچے کھچے احکام پر بھی ہاتھ ڈالنے اور انہیں اپنے ''جدید یاسق'' کی طرف موڑنے کے درپے ہیں۔ان کی یہ حرکت کبھی تو نرمی و آہستگی سے اور کبھی فریب اور دھوکہ دہی سے ہوتی ہے اور اکثر اوقات اس قبیح حرکت کے لئے یہ اپنی کرسی کے زور کو استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اور بغیر کسی شرم وحیاء کے ڈنکے کی چوٹ پہ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم دین کو دولت (حکومت) سے جدا کرنے کا کام کررہے ہیں۔ان سب حقائق کے ہوتے ہوئے کیا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ اس نئے دین کو اپنائے اس سے میری مراد ان کی نئی شریعت (وضعی قانون) ہے۔کیا کسی باپ کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو اسے سیکھنے، اپنانے، اس کا اعتادر کھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے بھیجے؟ باپ خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل (ان پڑھ) ایسا نہیں ہوسکتا ۔کیا کسی مسلم کے لئے جائز ہے کہ وہ اس دور کے ''یاسق'' کے ساتھ فیصلہ کرنے کے لئے مسند قضاء پر

www.sirat-e-mustaqeem.com

بیٹھے۔اوراس پرعمل کرتے ہوئے اپنی واضح اور کھلی شریعت سے منہ موڑے؟۔

میں نہیں خیال کرتا کہ ایک شخص مسلم ہو،اپنے دین کو جانتا ہواس پر اجمالی اور تفصیلی ایمان رکھتا ہو،یہ ایمان رکھتا ہو کہ قرآن کریم کو اللہ نے ایک محکم (پکی ٹھکی) کتاب بنا کر اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے،یہ کتاب آگے پیچھے ہر طرف سے باطل کی دسترس سے محفوظ ہے۔اس کی اطاعت اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت جو اسے لے کر آیا ہے ہر حالت میں قطعی طور پر واجب ہے۔ایسا وجوب کہ جس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔ان سب حقائق کے باوجود پھر وہ اس ''یاسق جدید'' کے سائے میں منصب قضاء پر بیٹھے۔ایک سچا مسلم بغیر کسی تردد اور تاویل کے حتمی طور پر یہ بات کہہ دے گا کہ ایسی حالت میں منصب قضاء پر بیٹھنا بالکل غلط ہے۔سراسر باطل ہے اور اسے کسی صورت میں بھی صحیح یا جائز نہیں کہا جاسکتا ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف آیت زیر بحث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''آج کے مسلمان حکمرانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو اسلامی ملکوں میں اسلامی تعلیمات کی بجائے جاہلیت جدیدہ کو اپنائے ہوئے ہیں اور اسی کو فروغ دے رہے ہیں،چنانچہ اسلامی ملکوں میں اسلام محبوس ومحکوم ہے اور جاہلیت غالب اور حکمران۔یہ ظالم اور اسلام سے منحرف حکمران اللہ کے ہاں کس طرح سرخرو ہوں گے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں باز پرس پر ان کا یقین ہی نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**ابغض الناس الی اللہ عزوجل مبتغ فی اسلام سنة الجاهلية وطالب دم امرى بغير حق ليهريق دمه.** اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا متلاشی ہو اور جو ناحق کسی کا خون بہانے کا طالب ہو''۔ (تفسیر احسن البیان:صفحہ ۳۰۸)

www.sirat-e-mustaqeem.com

تحکیم القوانین

بشری قوانین سے فیصلہ کرنے کے متعلق شرعی حکم

للعلامة الثبت المحدث الثقه الفقیه الاصولی مفتی الدیار السعودیة

الشیخ محمد بن ابراهیم بن عبداللطیف آل شیخ المتوفّی سنة ۱۳۸۹ هـ

زیرِ نظر رسالہ سعودی عرب کے مایہ ناز علامہ معتمد علیہ محدث فقیہ اور عالمِ اصول کے ماہر مفتی اعظم سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل شیخ متوفی ۱۳۸۹ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے۔

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عظیم الشان کلام کو روح الامین (جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل پر اتارا۔ یہ کلام عربی زبان والائے بیان میں نازل ہوا تاکہ آپ ﷺ وسلم دنیا والوں کے معاملات میں فیصلہ اسی کے ساتھ فرمائیں ۔جھگڑے اور اختلاف کی صورت میں اسی کی طرف رجوع کریں۔اس کو پس پشت ڈالنا' اس سے روگردانی کرنا اور عنادرکھنا بہت بڑا اور واضح کفر ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

فَاِن تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْ ءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤمِنُوْنَ بَاللهِ وَالْیَومِ الْآخِرِ ، ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِیْلًا .

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بہتر بھی۔ (سورۃ النساء آیت نمبر ۵۹)

www.sirat-e-mustaqeem.com

ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جھگڑوں میں نبی ﷺ کو حاکم وفیصل نہ بنانے والوں کو خارج از ایمان قرار دیا ہے۔ قسم اٹھا کر اور نفی کے الفاظ کو دوبارا استعمال کرتے ہوئے زور دار انداز میں فرمایا:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ أَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

نہیں، اے محمد ﷺ تیرے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کے اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سراسر تسلیم کرلیں۔ (سورۃ النساء آیت نمبر ۶۵)

صرف یہی نہیں کہ لوگ آپ ﷺ کو حاکم وفیصل مانیں بلکہ اس بات کی بھی قید عائد فرمادی کہ آپ کے فیصلہ کردینے کے بعد اس فیصلہ کو کھلے دل کے ساتھ برضاء ورغبت تسلیم بھی کریں۔ اور اس فیصلہ سے اپنے دلوں کے اندر کسی قسم کی کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں ''الحرج'' کے معنی تنگی اور ناپسندیدگی کے ہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ فیصلہ کے بعد سینے کھل جائیں اور اسے بلاچوں وچرا تسلیم کرلیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں صرف حاکم ماننے اور دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کرنے کے حکم پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی قید لگا کر یہ واضح فرمادیا کہ فیصلہ کے بعد کمال درجے کی تسلیم واطاعت بھی ضروری ہے۔ فیصلہ شدہ چیز کے متعلق دل میں کسی قسم کی کوئی کسک باقی نہ رہے اور حق کو پوری آمادگی کے ساتھ تسلیم کرلیا جائے مصدر تَسْلِیْمًا کو لاکر اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کردی کہ آپ کے فیصلہ کے سامنے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کیا جائے۔

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ..... الخ پر ذرا غور فرمائیے کہ کس طرح اللہ تبارک

www.sirat-e-mustaqeem.com

وتعالیٰ نے لفظ نکرہ ذکر کیا ہے یعنی صرف کوئی خاص شے مراد نہیں ہے بلکہ کوئی بھی چیز یا معاملہ ہوسکتا ہے۔ پھر جھگڑے کی شرط کا ذکر کرتے ہوئے لفظ شیءٍ کو عام اور مطلق ذکر فرمایا جو کہ عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے عموم کا فائدہ دیتا ہے یعنی جھگڑا جہاں کہیں بھی ہو۔ جس کسی چیز میں ہو جتنا بھی ہو ' جیسا بھی ہو اس میں فیصلہ کیلئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رجوع کرنا ہوگا۔ پھر ذرا غور فرمایئے کہ کس طرح اس بات کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ ''اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ''اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ تو پھر تمام قسم کے جھگڑوں میں رجوع بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہی کرو۔

پھر فرمایا ''ذٰلِکَ خَیۡرٌ '' یہ بہتر ہے۔ لفظ '' خَیۡرٌ '' کو بھی مطلقاً ذکر فرماتے ہوئے یہ بات واضح فرمادی کہ اے اللہ اور آخرت پر ایمان کے دعویدارو! یہ کام آپ کیلئے دنیا و آخرت دونوں میں سراسر بھلائی اور بہتری کا سبب ہے۔ اس میں برائی کا ذرہ بھر بھی امکان نہیں۔

اور فرمایا ''اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا '' کہ دنیا و آخرت میں انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جھگڑوں کو رسول اللہ ﷺ کی بجائے کسی اور کی طرف لے جانا سراسر شر (برائی) ہے اور دنیا و آخرت میں بدتر انجام کا باعث ہے۔ یہاں منافقوں کے ان اقوال کی قلعی کھول کر رکھ دی گئی جو یہ کہتے ہیں کہ ''اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا '' (سورۃ النساء آیت ۶۲) ترجمہ: ہم تو صرف بھلائی چاہتے ہیں اور ہماری نیت تو یہ تھی کہ فریقین کے درمیان کسی طرح کی موافقت ہوجائے۔

اور کہتے ہیں کہ ''اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ '' (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱) ترجمہ: ہم تو محض اصلاح کرنے والے ہیں۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اس سیاسی بیان کا رد کرتے ہوئے فرمایا ۔ ''اَلَاۤ اِنَّہُمۡ ہُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَلٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ '' (سورۃ البقر آیت ۱۲) ترجمہ: خبردار

www.sirat-e-mustaqeem.com

اُحقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔

بشری قانون کے پرستار جو یہ کہتے ہیں کہ خود ساختہ قانون دنیا والوں کی ضرورت ہے اس کے بغیر چارہ نہیں اور حکم شریعت الٰہی (موجودہ دور میں) کافی نہیں ہے۔ان کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیات بینات میں یہ واضح فرمادیا کہ ان کا مذکور دعویٰ رسول اللہ ﷺ کے بیان کی سراسر مخالف ہے ایسے لوگوں کا دنیا وآخرت میں برا انجام لازمی اور حتمی ہے

دوسری آیت کے الفاظ ''فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ''میں عربی کے قواعد کے مطابق اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ اہل اصول اور ان کے علاوہ دوسرے اہل علم کے ہاں عموم کے صیغوں میں سے ہے۔ یہ عموم وشمول اجناس اور انواع کے اعتبار سے بھی اور مقدار کے اعتبار سے بھی۔یعنی کسی ایک نوع اور دوسری نوع میں فرق نہیں کیا جائے گا نہ ہی کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں کوئی فرق کیا جائے گا۔ غرض ہر قسم اور نوع ہر چھوٹے بڑے معاملے اور جھگڑے کو صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا ہوگا۔

منافقین سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف اپنے فیصلے لے جاتے ہیں ان سے ایمان کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ آمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالاً بَعِيْدًا '' (سورۃ النساء آیت نمبر ۶۰)

اے نبی! تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

لفظ ''یَزْعُمُونَ'' نے ان کے دعویٰ ایمان کو جھٹلا دیا کہ وہ بزعم خویش ایماندار ہیں مگر اپنے فیصلے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف لے جاتے ہیں۔ جبکہ یہ طرز عمل اور ایمان دونوں کبھی ایک بندے کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی ضد ہے۔

لفظ 'طاغوت' طغیان سے نکلا ہے۔ جس کا معنیٰ ''حد کو پار کر جانا'' ہے۔ جو کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور چیز یا قانون سے فیصلہ کرتا ہے۔ یا اپنا فیصلہ اس سے کرواتا ہے وہ درحقیقت طاغوت سے فیصلہ کرتا اور کرواتا ہے۔ جبکہ حق تو یہ ہے کہ وہ صرف نبی علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کے ساتھ حکم و فیصلہ کرے اور کروائے نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے۔ تو جو بھی اپنا فیصلہ شرع محمدی کے علاوہ کسی اور چیز سے کرے یا کروائے تو وہ فیصلہ کرنے یا کروانے کے بارہ میں حد سے تجاوز کرتا ہے۔ جس سے وہ (اللہ کے مقابلے میں فیصلہ کے لئے جس کا قانون مرجع قرار دیا جائے اور جو اس قانون سے فیصلہ کرے) طاغوت ہو جائے گا۔ ''وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ'' حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کے الفاظ پر غور کرنے سے آپ کو قانون کے پرستاروں کا بغض و عناد معلوم ہو جائے گا۔ اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ان کا ارادہ آپ پر آشکارا ہو جائے گا کیونکہ شرعی طور پر جو چیز ان سے مطلوب تھی اور جس پر وہ اللہ کے بندے کہلوانے کے مستحق ہوئے وہ طاغوت کا انکار اور بشری قوانین کا رد ہی تو تھا نہ کہ اس کو حاکم و فیصل ماننا۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے۔ ''فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ'' (سورۃ البقرہ آیت ۵۹) ترجمہ: مگر جو بات کہی گئی تھی' ظالموں نے اسے بدل

www.sirat-e-mustaqeem.com

کر کچھ اور کر دیا۔ ''یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ '' (شیطان انہیں بھٹکانا چاہتا ہے) کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سراسر گمراہی اور قانون کے پرستار اسے ہدایت سمجھ رہے ہیں۔ وہ شیطان کے ارادے کو پورا کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود خود کو شیطان سے دور گمان کر رہے ہیں۔ اور اسی میں اپنی اور بنی نوع انسان کی مصلحت کا خیال کر رہے ہیں۔ ان کے گمان کے مطابق یہی (ان کے) شیطانی ارادے' ارادہ رحمٰن اور باعث بھلائی انسان ہیں۔ گویا نعوذ باللہ عدنان کی اولاد کے سردار (نبی ﷺ) کا یہ مقام نہیں کہ.....ان کو حاکم مانا جائے.....جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا جو کہ احکام جاہلیت کے چاہنے والے ہیں رد فرماتے ہوئے اور اپنے حکم کو لوگوں کیلئے بہترین حکم (قانون) قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ، وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ '' (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۰) ترجمہ: (اگر یہ اللہ کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو پھر کیا جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

ذرا غور فرمایئے اس آیت کریمہ پر کہ کس طرح حکم (قانون) کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (حکم اللہ اور حکم جاہلیت) اللہ کے حکم کے علاوہ سب احکام حکم جاہلیت کے زمرے میں ہی ہیں۔ بلکہ ان کا حال اہل جاہلیت سے بھی بُرا ہے۔ ان کی سب باتیں جھوٹ ہیں۔ کیونکہ اہل جاہلیت بھی اس بارہ میں دورنگی اور تناقض کا شکار نہ تھے۔ ایک طرف رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان کا زعم رکھتے ہیں۔ ساتھ ساتھ شریعت اور قوانین (بشری) کے درمیان نئی راہ بھی نکالنا چاہتے ہیں۔ ان جیسے بین بین چلنے والوں کے متعلق اللہ نے فرمایا: ''اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ حَقًّا وَّ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا '' (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۵۱) ترجمہ: (کفر و ایمان کے بیچ میں راہ نکالنے والے) پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں

www.sirat-e-mustaqeem.com

ذلیل وخوار کردینے والی ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے'' وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکۡمًا لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡن ''ترجمہ: جولوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے کہہ کر کس طرح قانون کے پرستاروں کے حاصل افکاراوران کے ذہنوں کی اپج (ٹیڑھ) کا ردفرمایا۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں یوں فرمایا''اللہ تعالیٰ اپنے ہر برائی سے روکنے اور ہر بھلائی پر مشتمل حکم کو چھوڑ کر .....آراء خواہشات واصطلاحات کی طرف جانے والوں کی برائی بیان فرمارہے ہیں یعنی اس کی طرف جوانسانی ذہنوں کی پیداوار ہے۔وہ اس کی شرعی دلیل اپنے پاس نہیں رکھتے ۔بالکل جس طرح اہل جاہلیت اپنی آراء وخواہشات کے گھری ہوئی گمراہیوں اور جہالتوں سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔اورجس طرح تاتاری اپنے بادشاہ چنگیز خان سے لئے ہوئے شاہی دستور کے ساتھ فیصلہ کیا کرتے تھے، جوکہ یہودیت وعیسائیت' اسلام اور دیگر مذاہب کا چربہ تھا اوراسے ایک کتاب کی صورت میں رعایا کو دیا گیا تھا۔اس میں بہت سے احکام ایسے بھی تھے جن کو اس نے محض اپنی نظر' فکراورخواہش سے وضع کیا تھا۔پھراس کے بیٹے بھی اس کو قابل اتباع شریعت (قانون) سمجھ کر گلے سے لگائے رہے۔وہ فیصلوں کے وقت اسے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مقدم رکھتے۔جوشخص بھی یہ کام کرتا ہے کافر ہے اس کے لڑائی کرنا واجب ہے۔یہاں تک کہ وہ ہر بات میں چھوٹی ہو یا بڑی تھوڑی ہو یا زیادہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے ساتھ فیصلہ کرے۔اللہ نے فرمایا کیا یہ لوگ حکم (قانون) جاہلیت کو چاہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے روگردانی کرتے ہوئے اسے اپنائے جارہے ہیں۔حالانکہ یقین رکھنے والی قوم کے لئے جس نے اللہ سے شریعت کو پایا اس پر ایمان ویقین لائی۔اوردل کی گہرائیوں سے اس بات کو جان لیا کہ اللہ ہی احکم الحاکمین ہے۔وہ اپنی مخلوق کے ساتھ ماں کی اولاد کے ساتھ محبت سے کہیں زیادہ محبت رکھتا ہے

www.sirat-e-mustaqeem.com

۔وہی حق تعالیٰ ہر چیز کو جانتا اور اس پر قدرت رکھنے والا اور اس میں انصاف کرنے والا ہے۔ابن کثیر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی محمد ﷺ کو فرمایا:''فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ''(سورۃ المائدہ آیت نمبر۴۸)ترجمہ:لہٰذا تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔اور فرمایا:''وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ''(سورۃ المائدہ:آیت نمبر۴۹)ترجمہ:لہٰذا اگر یہ تمہارے پاس (اپنے مقدمات لے کر آئیں تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہو تو ان کا فیصلہ کردو ورنہ انکار کردو۔انکار کردو تو یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔قسط کے معنی عدل وانصاف کے ہیں۔اور حقیقی عدل وانصاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہی ہے۔اس کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلہ ظلم وزیادتی ہے کفر وگمراہی ونافرمانی ہے۔اسی لئے اس کے بعد کی آیات میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔''وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ''(المائدہ آیت نمبر۴۴)''.....اَلظّٰلِمُوْنَ''(المائدہ آیت نمبر۴۵)''.....الْفٰسِقُوْنَ''(المائدہ آیت نمبر۴۷)ترجمہ:جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔وہی ظالم ہیں۔وہی فاسق ہیں۔

ذرا غور فرمائیے کہ کس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نازل کردہ حکم کے علاوہ کسی اور چیز کے ساتھ حکم وفیصلہ کرنے والوں کو کافر،ظالم اور فاسق کہہ رہے ہیں۔یہ بات محال ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہوں ہرگز نہیں وہ لوگ پکے کافر ہیں۔ہاں کفر اعتقادی ہوسکتا ہے یا عملی

www.sirat-e-mustaqeem.com

ہوسکتا ہے۔عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں طاؤس رحمہ اللہ وغیرہ سے جو روایت آئی ہے۔وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے علاوہ کسی اور چیز سے فیصلہ کرنے والا کافر ہے۔اس کا کفر یا اعتقادی ہوگا جس سے وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہوجائے گا یا عملی کفر ہوگا جس سے وہ ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوگا۔

اعتقادی کفر کی کئی ایک صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت تو یہ ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے علاوہ کسی اور چیز سے حکم و فیصلہ کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کے حکم و فیصلہ کی احقیت (زیادہ حق دار و لائق ہونا) کا انکار کردے اور یہی ابن عباسؓ کی روایت کا مفہوم ہے۔یہی بات ابن جریر الطبری نے بھی کی ہے۔کہ ''وہ (اعتقادی کفر) اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم شرعی کا انکار ہے'' اور اس معنی پر اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔کیونکہ ان کے ہاں مقرر شدہ اور متفق علیہ اصول کی بنیاد پر ہے۔ کہ جو شخص بھی دین کے اصولوں میں سے کسی ایک اصول یا کسی متفق علیہ شرعی مسئلہ یا نبی علیہ السلام کی لائی ہوئی کسی بھی قطعی بات سے ایک حرف کا بھی انکار کرے تو وہ کافر ہوگا۔اور اس کا کفر اسے ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا ہوگا۔

دوسری صورت کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم و فیصلہ کے حق ہونے کا انکار تو نہ کرے لیکن یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کا حکم آپ ﷺ کے حکم سے زیادہ اچھا، زیادہ مکمل وشامل ہے کیونکہ یہ انسانی قانون.....لوگوں کی ضرورت ہے۔اس ضرورت کا ذکر چاہے مطلقاً ہو اور چاہے رونما ہونے والے جدید واقعات کہ جو زمانہ کی ترقی اور حالات کی تبدیلی کی بنا پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔یہ بھی بلاشبہ کفر ہے۔کیونکہ یہ مخلوق کے احکام.....(وہ احکام جو کہ اذہان کی اپج اور محض افکار کی چھان ہیں) کو حکیم وحمید سے افضل جاننا ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

یہاں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ذاتی طور پر زمانے کے اختلافات یا حالات کی ترقی یا نئے حادثات کی بناء پر مختلف نہیں ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی یا کسی قسم کا قضیہ یا معاملہ ہو اس کا حکم کتاب وسنت میں موجود ہے۔ وہ حکم یا تو نص (آیت یا حکم رسول باالصراحت) کی شکل میں موجود ہوگا یا اس سے ظاہر ہو رہا ہوگا۔ یا اس کا دوسرے احکامات کی روشنی میں استنباط کیا جائے گا۔ مگر ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ صرف جاننے والے ہی اسے جان سکتے ہیں۔

بعض لوگ جو کہ احکام اور ان کے علل (وجوہ واسباب) کے معاملہ کی معرفت نہیں رکھتے علماء کے اس کہنے کا ''فتوے کا حالات کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہونا'' غلط سمجھے ہیں۔ جبکہ انہوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز ان کے شہوانی اور بہیمی (بہیمہ کے معنی چوپایہ کے ہیں) ارادوں دنیوی اغراض، غلط وبیمار تصورات کے مناسب ہوں پس وہی فتویٰ کی مدار ہوگی۔ اس لئے آپ ان کی من پسند شریعت کی مدافعت کرتے ہوئے پائیں گے بلکہ وہ نصوص (واضح احکام) کو حتی الوسع اپنے افکار کے تابع اور مطیع بنانے کی کوشش کریں گے۔ جس کی بناء پر وہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدلنے بھی گریز نہیں کرتے۔

جبکہ'' فتوے کی تبدیلی وہ ہے جو کہ شرعی اصولوں، علل (وجوہ واسباب کہ جن کا لحاظ رکھنا ہوگا) اور مصلحتوں کے سنگ ہو۔ وہ مصلحتیں کہ جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ چاہتے ہوں وہی مراد ہوں۔

جبکہ یہ بات جانی پہچانی ہے کہ خود ساختہ قوانین کے دلدادہ مذکور قیود وشروط سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔ وہ وہی بات کہتے ہیں جو ان کی چاہتوں سے مناسبت رکھتی ہو۔ چاہتیں خواہ کیسی بھی ہوں۔ اور فی الواقع جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

تیسری صورت یہ ہے کہ وضعی قانون کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے اچھا تو نہیں .....مگر اس جیسا ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔ تو یہ بھی کافر ہونے میں پہلی دو قسموں کی مانند ہے۔ ایسا کفر کہ جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دے۔ کیونکہ اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ خالق اور مخلوق میں برابری ہے۔ اور اللہ کے فرمان ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' (سورۃ شوریٰ آیت ۱۱) ترجمہ: کائنات کی کوئی چیز اس کے مثل نہیں۔ اور اس جیسی اور آیات کی مخالفت و معاندت ہے۔ وہ آیات کہ جن میں رب تعالیٰ کے کمال میں یکتا ہونے کا ذکر ہے' اور اس ذات کے' صفات' افعال اور لوگوں کے مابین جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں مخلوق میں سے کسی مشابہت اور مماثلت سے پاکی و بلندی کا ذکر ہے۔

چوتھی صورت یہ کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کے علاوہ دوسری کسی چیز سے فیصلہ کرنے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے سے مشابہ و مماثل ہونے کا اعتقاد تو نہیں.....اور نہ اس کے اچھا اور بہتر ہونے کا .....لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے علاوہ دوسری کسی چیز سے فیصلہ کرنے کے جواز کا عقیدہ ہے۔ یہ بھی اس قبل مذکورہ صورت کی مانند ہے۔ جو اس بات اُس پر صادق آتی ہے وہ اس پر بھی آتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چیز کے جائز و حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے جس کی تحریم واضح' صحیح اور قطعی دلائل و نصوص سے ثابت ہو چکی ہے۔

پانچویں صورت شریعۃ اللہ کی مخالفت و معاندت کے اعتبار سے سب سے بڑی زیادہ شامل و ظاہر صورت ہے۔ یہ اللہ کے احکام کے سامنے تکبر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اور شرعی عدالتوں کی ریس ہے۔ جہاں یہ (غیر اللہ کا حکم نافذ کرنے والے) ادارے شرعی عدالتوں کی طرح ہی قائم کئے جاتے ہیں۔ ان کی باقاعدہ امداد اور سپورٹ کی جاتی ہے۔ ان کو اصول و فروع اور اشکال و انواع کے اعتبار سے شرعی عدالتوں کا ہی مقام دیا جاتا ہے۔ ان کے فیصلے کو ویسے ہی مانا اور

www.sirat-e-mustaqeem.com

بزور منوایا جاتا ہے ان کو ویسے ہی مستند اور مرجع قرار دیا جاتا ہے۔ جس طرح شرعی عدالتوں کا مرجع و مآخذ کتاب وسنت ہے۔ اسی طرح ان کی خود ساختہ عدالتوں کا مرجع و مآخذ بہت سی شریعتوں اور قوانین سے لیا ہوا قانون کا پلندہ ہوتا ہے۔ جس کو فرانسیسی' امریکی' برطانوی اور دیگر قوانین سے اخذ کیا گیا ہوتا ہے۔ بعض بدعت پر مبنی مذاہب (جو کہ اپنی نسبت شریعت الٰہی کی طرف کرتے ہیں) اور اس جیسی دوسری چیزیں بھی اس کی بنیاد میں شامل کی جاتی ہیں۔

اس مذکورہ نہج پر کامل تیار شدہ عدالتوں کے دروازے اسلامی ممالک میں آپ کو جا بجا کھلے ملیں گے اور لوگ گروہ در گروہ ان میں جا رہے ہیں۔ ان ملکوں کے حاکم اپنے عوام کے درمیان کتاب وسنت کے مخالف وضعی قانون کے احکام کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ اور ان پر عدالتوں کے فیصلے لاگو کئے جاتے ہیں۔ ان فیصلوں کا ان سے اقرار کروایا جاتا ہے اور ان کیلئے ان کو لازمی وحتمی قرار دیا جاتا ہے۔

تو پھر اس کفر سے بڑھ کر اور کیا کفر ہوسکتا ہے۔ محمد ﷺ کے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی کی نقیض (مخالفت) اور اس سے انحراف اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ یہ مختصر سا رسالہ مذکورہ حقائق کے متعلق تفصیلی دلائل کا متحمل نہیں ہوسکتا پھر ان دلائل کی تفصیل کسی سے ڈھکی چھپی تو نہیں ہے۔

اے اہل عقل وخرد! اے اصحاب فہم وذکاء کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ تم کیسے اس بات پر راضی ہوگئے کہ تم جیسے لوگوں کے بنائے ہوئے قانون تم پر نافذ کئے جائیں۔ وہ لوگ جو تمہارے ہی مشابہ بلکہ تم سے بھی کم درجہ کے ہیں جن سے خطاء کا صادر ہونا عین ممکن ہے۔ بلکہ ان کی غلطیاں ان کے درست کاموں سے زیادہ ہیں۔ ان کے فیصلوں میں سے کوئی فیصلہ درست ہے ہی نہیں الا یہ کہ کتاب وسنت کی نصوص (واضح دلائل) سے لیا گیا ہو یا انہی سے استنباط کیا گیا ہو۔ ایسے لوگوں کو تم اپنے مال' جان' خون' عزتوں' اہل وعیال اور دوسرے تمام حقوق میں اپنا حاکم وفیصل مانتے ہو۔ جبکہ کتاب

www.sirat-e-mustaqeem.com

وسنت کا حکم وفیصلہ کہ جس میں خطاء کا گزر نہیں جو آگے پیچھے سے باطل کی دسترس سے محفوظ ہے ''حکمت والے تعریف کئے گئے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔مگر تمہارے حاکم اس حکم الٰہی کے خلاف اپنی طرف سے ہی تمہارے درمیان فیصلے کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔لوگوں کی اپنے رب کے حکم کے سامنے عجز وانکساری درحقیقت اپنے خالق ومالک کے حکم وفیصلہ کے سامنے عجز وانکساری سے جھکنے کا دوسرا نام ہے۔وہ خالق ومالک کہ جس نے انہیں اپنی ہی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔جیسے مخلوق کیلئے اپنے مالک کے سوا کسی اور کو سجدہ روا نہیں اور بندے مخلوق کی نہیں صرف پیدا کرنے والے ہی کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ان پر فرض ہے کہ وہ حکمت والے' جاننے والے' تعریف کئے گئے 'شفقت کرنے والے' رحم کرنے والے کے ہی حکم وفیصلہ کے سامنے سرِتسلیم خم کریں اور اظہار عجز وانکساری کریں۔مخلوق کے حکم وفیصلہ کے سامنے نہیں۔ وہ مخلوق جو کہ ظالم اور جاہل ہے۔شکوک وشبہات اور خواہشات اس کے عدل اور علم کے آڑے آتے ہیں۔غفلت' سختی اور نادھیرے ان کے دلوں پر چھائے ہوتے ہیں۔اس لئے اہل عقل وخرد پر واجب ہے کہ وہ اس ذلت سے بچ کر رہیں کیونکہ اس طرح مخلوق میں سے ہی چند لوگ اپنے ہی جیسے دوسرے بندوں سے اپنی عبادت کروا رہے ہیں۔اپنی اغراض وخواہشات کو ان پر مسلط کر رہے ہیں اپنی غلطیاں اور لغزشیں ان پر ٹھونس رہے ہیں۔اور سب سے بڑھ کر یہ ہے بھی کفر جو کہ واضح نص میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے۔''وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ''ترجمہ: جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

چھٹی صورت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ساتھ فیصلہ کرنے کی وہ ہے جس کے ساتھ دیہاتوں وغیرہ میں خانوادوں اور قبیلوں کے سردار فیصلہ کرتے ہیں۔یہ فیصلے ان کے باپ دادا کے قصے کہانیوں اور رسم ورواج سے اخذ کئے گئے ہوتے ہیں۔اور ان کو ورثہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

میں ملے ہوتے ہیں (عرب عوام ان کو ''سلومہم'' کا نام دیتے ہیں اور ہمارے ہاں اسے پنچایت' ثالثی کمیٹی اور جرگہ کا نام دیا جاتا ہے) یہ باپ دادا کے انہی جاہلانہ احکام کے ساتھ فیصلے کرتے رہتے ہیں ۔اور اللہ اور اس کے رسولﷺ کے حکم سے منہ پھیرے اور بے رغبتی کئے اپنی اور باپ دادا کی جاہلیت پر اڑے رہتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ.

غیر حکم اللہ کے ساتھ فیصلہ کرنے والوں کی دو قسموں میں سے پہلی قسم اور اس کی چھ صورتوں کا ذکر آپ نے سن لیا۔ اب آیئے دوسری قسم کی طرف۔ یہ وہ شخص ہے کہ کسی معاملہ میں اپنی شہوت اور خواہش سے مغلوب وکر فیصلہ تو غیر حکم اللہ وحکم الرسولﷺ کے ساتھ کر لیتا ہے۔ لیکن یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ صحیح اور حق اللہ اور اس کے رسولﷺ کا حکم ہی ہے۔ میں غلط کار ہوں اور ہدایت کے راستے سے ہٹ کر یہ کام کر رہا ہوں۔ یہ بھی کفر ہے۔ لیکن ایسا شخص ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہے جیسا کہ آیت ''وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکَافِرُوْنَ'' کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے گزر چکی ہے۔ یہ قسم بھی ان کی تفسیر میں آ جاتی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ ''کفر دون کفر'' کفر کفر میں فرق ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ یہ وہ کفر نہیں جو تم مراد لے رہے ہو۔

بہرحال یہ کفر اس کو ملت اسلامیہ سے خارج تو نہیں کرتا ہے ﴿ ﴾ لیکن بلاشبہ یہ گناہ عظیم ہے، زنا' شراب خوری' چوری' جھوٹی قسم اور دوسرے کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کفر کا نام دیا ہے۔ تو بلاشبہ یہ ایسے گناہ سے بڑا گناہ ہوگا کہ جس کو کفر نہیں کہا گیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنی کتاب سے ہی فیصلے کرنے اور کروانے پر جمع فرما دے۔ اور تمام مسلمان برضاء ورغبت اس کو تسلیم کر لیں اللہ کے ہاں یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آمین یارب العالمین۔

اس سے مراد وہ قاضی ہے جو شرعی عدالت کا قاضی ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کردہ

www.sirat-e-mustaqeem.com

شریعت کا پابند ہو‘اس کا دین‘اس کا طریق زندگی اور دستور وقانون جس کے مطابق وہ معاملات میں حکم لگاتا ہے یا جس کی طرف ہر جھگڑے کو فیصلہ کیلئے لوٹاتا ہے اور جس کے علاوہ کسی اور نظام ودستور کا نہ تو اقرار کرتا ہے اور نہ ہی اس کا عقیدہ رکھتا ہے‘ وہ اللہ کے حکم‘اس کی نازل کردہ شریعت‘ رسول اللہ ﷺ کی سنت‘ قرآن وسنت سے پھوٹنے والے وہ احکامات جو بصورت اجتہاد وغیرہ ان سے لئے جاتے ہیں اور فقہائے امت یعنی صحابہ اور ان کے بعد آنے والے فقہاء کے معروف اقوال ہوں۔ہم کہتے ہیں کہ یہ وہ قاضی ہے جب اس کے پاس اس کا قریبی شخص یا وہ شخص یا وہ جس کو قاضی کے ہاں مقام حاصل ہونے نے دلیر کر رکھا ہے۔یا وہ حاکم وقت کے لوگوں میں سے ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جن میں قاضی صاحب کی لذات کے ساتھ مطابقت پائی جاتی ہے یا پھر قاضی صاحب اپنے ایمان ونفس کی کمزوری کی وجہ سے اسی طرح عدل سے پھسل گئے ہیں جیسے عام طور پر انسان پھسلا کرتا ہے تو ان مذکورہ اسباب وغیرہ کی وجہ سے اس قاضی نے کسی ایک معاملہ میں وہ حکم لگایا جس پر اس کی نفسانی خواہشات اور لذات نے اسے ابھارا مثال کے طور پر اس کے پاس ایک ایسا شخص آیا جو مستحق تو اس بات کا تھا اس پر رجم‘ کوڑوں یا عضو کاٹے جانے کی حد لگائی جائے مگر قاضی کے پاس جب اس کا قریبی یا اس کا سسر یا کوئی اور صاحب حیثیت شخص اس کا سفارشی بن کر پہنچ جاتا ہے تو وہ فیصلہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق نہیں کرتا بلکہ اس شخص کا جرم ثابت ہو جانے کے بعد بھی اسکے لئے ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف نکالے جانے والے فقہی اصولوں اور راستوں سے مدد لیتے ہوئے اس میں بعض احتمالات پیدا کر دیتا ہے اور ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف پھیرنے والے مقرر فقہی دروازے اس کے لئے کھول دیتا ہے۔اور کہتا ہے کہ بس اس کیلئے حد سے کم سزا ہی کافی ہے یا ہم اس کیلئے ڈانٹ ڈپٹ ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔یا ہمارے نزدیک تو یہ شخص اس جرم سے بری ہے۔۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ۔

تو اس نے فیصلہ اللہ کی شریعت کے مطابق نہ کیا جبکہ وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ صحیح قانون وہی ہے جو اللہ نے نازل کیا اور شریعت وہی ہے جو اللہ نے بنائی اور یہ کہ یہی اللہ کا دین ہے اور وہ اس معاملہ میں اللہ کے حکم کے مخالف ہے لیکن یہ مخالفت اس سے لذت نفس یا خواہش نفس یا شیطان کی بات میں آجانے یا گناہ میں ملوث ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی بس یہی وہ حالت ہے جس میں وہ ملت سے خارج نہ ہوگا۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

رہا وہ جس نے غیر اللہ کی شریعت کو اختیار کیا خواہ وہ شرعی عدالت کا قاضی ہی کیوں نہ ہو اور لازم پکڑا کہ مثلاً جو کوئی اس کے پاس حد زنا میں آیا تو وہ اس مقدمے میں شریعت نابلیون (قانون) کے عورت کے بارے میں بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ یہ کہ وہ 18 سال سے کم عمر کی ہے یا اسے غصب کیا گیا ہے یا نہیں (یعنی زنا بالجبر ہے یا برضاء) وہ شادی شدہ ہے یا نہیں' اگر وہ شادی شدہ ہے تو حکم کا دارومدار اس کے خاوند کی مرضی پر ہے چاہے تو اس (زانی کو) معاف کردے اور چاہے تو اس کو جرمانہ کیا جائے یا وہ جیل میں بھیج دیا جائے۔ اگر یہ اس قاضی کی شریعت اور اس کا دین ہے تو وہ حقیقتا اللہ کی نازل کردہ شریعت کو اختیار کرنے والا ہی نہیں اور نہ ہی وہ دین اسلام پر ہے۔ اور نہ ہی وہ اس کا عقیدہ رکھنے والا ہے بس یہ قاضی پہلی قسم میں ہی داخل ہے۔ یعنی جو ملت سے خارج کرنے والے کفر کے مرتکب قاضیوں کی قسم ہے۔

یہ کلام سعودی عرب کے مشہور عالم الدکتور سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی کے درس سے لیا گیا ہے جو رسالہ تحکیم القوانین کی شرح کرتے ہوئے انہوں نے ارشاد فرمایا ہے اور جسے مکتب الطیب لخدمۃ التراث الاسلامی والرسائل العلمیہ جمہوریۃ مصر العربیۃ نے زیور طبع کے ساتھ آراستہ کردیا ہے۔

مزید تشریح کیلئے ہم صاحب رسالہ کا اسی موضوع پر ایک دوسری جگہ موجود کلام بھی قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

الشیخ فرماتے ہیں: جس نے بشری قوانین کو حاکم بنایا اگر وہ کہے کہ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ یہ قانون باطل ہے تو اس کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے بلکہ یہ شریعت مطہرہ کو معزول کرتا ہے اور اس طرح ہے کہ کوئی بتوں کی عبادت کرنے والا کہے کہ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ یہ باطل ہے یعنی یہ بت عبادت کے لائق نہیں ہیں۔''

فتاویٰ ومقالات الشیخ محمد بن ابراھیم ۱۸۹/۶ بحوالہ کتاب الجامع فی طلب العلم الشریف تألیف عبدالقادر بن عبدالعزیز الطبعۃ الثانیۃ ص ۷۸۲

www.sirat-e-mustaqeem.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز قارئین کرام۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہم اس رسالہ کو سمجھ کر پڑھنے والے اور اس میں بیان کردہ حقیقت پر ایمان رکھنے والے قارئین کرام کی توجہ موجودہ ماحول کی طرف مبذول کراتے ہوئے ان سے ایک سوال کرتے ہیں۔آج ہمیں اپنی عزتوں' جان' مال' خون' اہل وعیال اور حقوق کی حفاظت یا ان کے ضائع ہوجانے کی شکل میں اس کی شکایت یا ظالم کا ہاتھ روکنے یا اس کے ظلم کے خلاف واویلا کرنے یا ناکردہ گناہوں میں ملوث کئے جانے کے بعد اپنی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے معاشرے میں قائم طاغوتی عدالتوں کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے' انہیں قابل احترام عدالتیں کہتے ہوئے' ان کے ججوں کو آقا کے نام سے پکارتے ہوئے' انہیں ان کے بشری قوانین کا واسطہ دیتے ہوئے انتہائی ذلت وانکساری سے (Pray اور Prayer) جیسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اپنی حاجت کو پیش کرنا پڑتا ہے۔تب جا کر ہماری التجائیں سنی جانے کے قابل ٹھہرتی ہیں۔پھر یہ فرمانبرداری کے پھیرے سالہا سال جاری رہتے ہیں۔ضرورت یا معاملہ کی نوعیت کے لحاظ سے کبھی ہمیں گرفتاری سے بچنے کے لئے ضامن پیش کرنا پڑتا ہے جو اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہے کہ آقا' ملزم آپ کا اور آپ کے قانون کا ایسا فرمانبردار ہے کہ اسے باندھ کر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ بیچارہ تو ہر بلاوے پر لبیک کہتا ہوا دوڑا آئے گا تا آنکہ آپ کا آخری حکم صادر ہوجائے اور اس غریب کی قسمت کا فیصلہ کردیا جائے۔یہ سب کچھ ہم خود کریں یا رائج الوقت دین جدید کے کسی ماہر وکیل کی خدمات حاصل کریں بہرحال اپنے معاملہ کو ان طاغوتی عدالتوں میں لے جانے یا ان کو حاکم کہنے کے جوابدہ تو ہم ہی ہونگے۔

www.sirat-e-mustaqeem.com

اب آپ خوب غور وفکر کرنے کے بعد اچھی طرح سوچ سمجھ کر بتائیں کہ کیا یہ سب کا سب معاملہ غیر اللہ کی عبادت اور طاغوت کے پاس اپنے معاملات کو فیصلہ کے لئے لے جانا یا اللہ کی جگہ طاغوت کو حکم کہنا نہیں ہے؟ اور کیا واقعی ہم ایسا صرف اس حال میں کرتے ہیں جب ہم مکرہ (وہ جو ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ کلمہ شرک وکفر کہنا یا ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہو) کی حالت کو پہنچ چکے ہوں؟

آپ سے مودبانہ گذارش ہے:

کہ اگر آپ ماشاءاللہ عالم ہیں تو تحقیق کے بعد اور اگر آپ طالب علم ہیں تو علماء سے گفتگو کے بعد اپنے جواب سے ہمیں مستفید فرمائیں

مکتبہ دارالتوحید والسنۃ

مسجد توحید بالمقابل صدیقیہ کالونی خدا بخش روڈ عقب سوڈیوال کوارٹر ملتان روڈ لاہور

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُونُوا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ كَانَ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الوَلِدَيْنَ وَالاَقْرَبِيْنَ

اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کیلئے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ (النساء:۱۳۵)

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان